مصارفِ زکوٰۃ میں
فی سبیل اللہ کا مفہوم

ڈاکٹر یوسف القرضاوی

حکمت قرآن کے شمارہ نمبر ۴، ۵، ۶ اور ۷ (جلد ۲۳) بابت ماہِ اپریل، مئی، جون اور جولائی ۲۰۰۴ء میں مصارفِ زکوٰۃ میں سے ''فی سبیل اللہ'' کی مدّ کے حوالے سے اب تک چار مضامین شائع کیے جا چکے ہیں۔ ان تحقیقی مضامین میں مؤلفین نے مسئلۂ مذکورہ کے بارے میں نہایت دلچسپ بحثیں کی ہیں۔ اگر ان بحثوں کو بطورِ خلاصہ پیش کیا جائے تو بات کچھ یوں بنتی ہے:

۱) فی سبیل اللہ کی مدّ کے حوالے سے مضمون نگار واضح پر دو طبقات میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو ''فی سبیل اللہ'' کی تطبیق کے ضمن میں اس موقف کا حامل ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد صرف ''قتال فی سبیل اللہ'' ہے۔ ان کے پاس اپنی رائے کی تائید میں فقہائے متقدمین کی آراء سے قوی دلائل موجود ہیں۔ اس موقف کے حاملین اس حد تک اس مفہوم سے جڑے نظر آتے ہیں کہ وہ یہ رائے بھی دیتے ہیں کہ اگر قتال فی سبیل اللہ عملاً موقوف ہو تو مصارفِ زکوٰۃ کی یہ مدّ بھی ساقط رہے گی۔

۲) دوسرے طبقے میں دو طرح کی آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو فی سبیل اللہ کے مفہوم میں حد درجہ توسّع کے قائل ہیں۔ وہ دین کے نام پر ہونے والے ہر کام کو ''فی سبیل اللہ'' کی صف میں شامل قرار دیتے ہیں۔ ان کی علماء و مفتیان سے بھی اپیل ہے کہ اس مسئلے پر جدید تقاضوں اور دین کی بے سروسامانی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ایسا اجتہاد کیا جائے کہ زکوٰۃ کا اکثر پیسہ دین کی خدمت کے کاموں میں ہی صرف ہو۔

متوسّعین ہی میں سے ایک طبقے کی رائے یہ ہے کہ مصارفِ زکوٰۃ میں ''فی سبیل اللہ'' کی مدّ میں نہ تو ایسی وسعت ہے کہ دین کے نام پر ہونے والے ہر کام کو

© rasailojaraid

محیط ہو اور نہ ہی اس میں ایسی تنگی ہے کہ سوائے قتال کے' احیاءِ دین کے کسی دوسرے کام کے لئے اس رقم کو خرچ نہ کیا جا سکتا ہو۔ اس طبقے کے مضمون نگار اپنے حق میں جہاں متاخرین علماء کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں وہیں متقدمین کی آراء سے بھی توسع کے حق میں استشہاد کرتے ہیں۔ یہ رائے بظاہر ''درمیانی'' اور معتدل ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ عملی بھی نظر آتی ہے۔ اس رائے کے حامل فاضل مضمون نگار نے اپنی رائے کی تائید میں عالم اسلام کے آج کے معروف سکالر ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی شہرۂ آفاق کتاب ''فقہ الزکوٰۃ'' سے بھی اقتباسات پیش کئے ہیں۔
ڈاکٹر یوسف القرضاوی اس لحاظ سے منفرد شخصیت ہیں کہ وہ بیک وقت تحریکی ذہن بھی رکھتے ہیں اور عالم اور فقیہہ بھی ہیں۔ عالمِ عرب میں اس وقت اُن کی آراء کو بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بینک انٹرسٹ کے مسئلے پر بھی وہ دیگر علماءِ عرب کی نسبت زیادہ سخت اور واضح موقف رکھتے ہیں۔ وہ بینک انٹرسٹ کو ربا الحرام سمجھتے ہیں اور اس میں کسی رعایت اور نرمی کے حامی نہیں ہیں۔ ذیل میں ان کی مذکورہ کتاب کے اردو ترجمہ از ساجد الرحمٰن صدیقی سے مکمل اقتباس قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

قرآن کریم نے مصارف زکوٰۃ میں سے ساتویں مصرف کو فی سبیل اللہ (در راہِ خدا) سے تعبیر کیا ہے۔ پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ اس تعبیر کا کیا مقصود ہے اور کون لوگ اس سے مراد ہیں؟ اس لفظ کے لغوی معنی تو واضح ہیں کہ سبیل کے معنی طریق اور راستہ کے ہیں اور سبیل اللہ کے معنی ہیں وہ راستہ جس سے رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی حاصل ہو۔
علامہ ابن اثیرؒ فرماتے ہیں کہ سبیل اللہ کا لفظ عام ہے جو ہر اس عمل کو شامل ہے جس کا مقصود رضائے الٰہی ہو خواہ وہ عمل فرض ہو یا نفل یا مستحب۔ اور مطلقاً اس لفظ کا اطلاق جہاد پر ہوتا ہے اور اس معنی میں یہ لفظ اس کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ اس کا مفہوم جہاد ہی متصور ہونے لگا ہے۔ (۱)

ابن اثیرؒ کی اس تشریح سے یہ امور واضح ہو گئے کہ:

۱) اس لفظ کے لغوی معنی ہر اس مخلصانہ عمل کے ہیں جو خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے انجام دیا گیا ہو' خواہ وہ انفرادی عمل ہو یا اجتماعی۔

۲) اس کے عمومی معنی اور اکثری مفہوم جہاد ہے اور کثرتِ استعمال نے اسے اسی معنی میں

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

منحصر کر دیا ہے۔

اور ان دونوں معانی کے فرق کی بنا پر ہی فقہاء کے مابین اس کے مفہوم کے تعیّن میں اختلاف ہوا ہے' گو اِس امر پر اجماع ہے کہ جہاد کے معنی بہر حال فی سبیل اللہ میں موجود ہیں' لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا جہاد ہی اس کا مفہوم ہے یا اس کے لغوی معنی بھی اس کے مفہوم میں داخل ہیں' بلکہ اس سے بڑھ کر ہر خیر اور بِرّ کا کام اس میں داخل ہے۔

اس سلسلے میں اب ہم فقہاء کی آراء اور اس لفظ کے شرعی مفہوم کے تعین میں ان کے اختلاف کو بیان کرتے ہیں اور اسی ضمن میں ہم وہ رائے بھی بیان کریں گے جسے ہم ترجیح دیتے ہیں۔

حنفیہ کا مسلک

امام ابو یوسفؒ فی سبیل اللہ سے وہ افراد مراد لیتے ہیں جو اپنی تنگدستی کی بناء پر' زادِ راہ ختم ہو جانے کی بنا پر یا سواری کے نہ ہونے کی بنا پر لشکرِ اسلام میں شامل ہو جانے سے عاجز ہوں اور کمانے کی قدرت رکھنے کے باوجود ان کے لئے زکوٰۃ جائز ہو گی ہو' اس لئے کہ اگر وہ اس وقت کسب میں مصروف ہو جائیں تو جہاد میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ سبیل اللہ سے مراد وہ افراد ہیں جو قافلۂ حج سے کٹ گئے ہوں' اس لئے کہ مروی ہے کہ ایک شخص نے اونٹ راہِ خدا میں دیا تو آپ ﷺ نے اس پر حاجی کو سوار کرانے کا حکم دیا اور اس لئے کہ سفرِ حج بھی اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم کی تعمیل ہے اور اس میں نفس کا مجاہدہ بھی ہے اس لئے سفرِ حج فی سبیل اللہ ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد طلبۂ علم ہیں اور یہ قول فتاویٰ ظہیریہ میں درج کیا گیا ہے' مگر یہ قول اس لئے بعید ہے کہ جب آیتِ صدقات نازل ہوئی اس وقت ایسے افراد موجود نہیں تھے جنہیں طلبۂ علم کہا جائے۔ مگر اس کا جواب یہ دیا گیا ہے طلبِ علم سے مراد تو احکامِ شرعی کا علم ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی طالب علم اس مقصد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اور اصحابِ صُفّہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔

الکاسانی' البدائع میں فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے مراد تمام اطاعت اور تقرب (ثواب) کے اعمال ہیں' اور اللہ کی اطاعت کی سعی کرنے والے محتاج اور نیکیوں کے راستے پر چلنے والے تنگدست اسی زمرہ میں داخل ہیں۔

البحر الرائق میں ابن نجیم تحریر کرتے ہیں کہ بہر حال فقر (تنگدستی) کی شرط لازمی

© rasailojaraid
© rasailojaraid

ہے۔(۲)

اس پر صاحب المنار نے اپنی تفسیر(۳) میں کہا ہے کہ اس شرط کا یہ مطلب ہوگا کہ فی سبیل اللہ ایک مستقل مصرف کی حیثیت میں باقی نہ رہے کیونکہ تنگدستی کی شرط سے یہ مصرف فقراء اور مساکین کے مصرف میں تبدیل ہو جائے گا۔(۴)

اس بیان کا ماحصل یہ ہوا کہ اگرچہ حنفی فقہاء کے مابین فی سبیل اللہ کی مراد کے تعین میں اختلاف ہے لیکن اس امر پر اتفاق ہے کہ فی سبیل اللہ کے مصرف میں احتیاج اور فقر ایک شرطِ لازم ہے' خواہ وہ غازی ہو یا حاجی ہو یا طالب علم یا خیرات کی سعی کرنے والا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اس اختلافِ رائے کو اختلافِ لفظی قرار دیا گیا ہے کہ ماسوائے عاملین کے جملہ مصارف پر زکوٰۃ اسی وقت صرف کی جاتی ہے جب وہ حاجت مند ہو۔

ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ فقیر محتاج کا زکوٰۃ میں مقررہ حصہ ہے' خواہ وہ فقیر ان اوصاف میں سے اور کسی صنف سے متصف ہو یا نہ ہو۔ اور اس وضاحت سے پھر یہی سوال سامنے آتا ہے کہ فی سبیل اللہ کو قرآن نے ایک مستقل صنف کیوں قرار دیا ہے اور اس مصرف کی جداگانہ حیثیت اور نوعیت کیا ہے؟

اسی طرح فقہائے حنفیہ کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کو شخصی ملکیت بنایا جائے اور اسی لئے زکوٰۃ کو تعمیر مسجد میں' پل وغیرہ بنانے اور راستوں کے درست کرنے میں اور حج اور جہاد کے کرایوں پر صرف کرنا درست نہیں ہے' بلکہ کسی بھی ایسے کام میں صرف کرنا درست نہیں ہے جس میں تملیک (ملکیت) نہ ہو' جیسے میت کا کفن اور مردہ شخص کے قرض کی ادائیگی۔(۵)

مالکی مسلک کی رائے

قاضی ابن العربی احکام القرآن میں فی سبیل اللہ کی تفسیر میں امام مالکؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کی متعدد صورتیں ہیں' لیکن میرے علم میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہاں پر جہاد مراد ہے۔ اور محمد بن الحکم کہتے ہیں کہ زکوٰۃ گھوڑوں' ہتھیاروں اور آلاتِ حرب پر خرچ کی جائے گی اور دشمن کو اس کے اقدام سے روکنے کے لئے صرف کی جائے گی۔ چنانچہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہل بن ابی حثمہ کے واقعہ میں شورش کو فرو کرنے کے لئے زکوٰۃ کے سو اونٹ عطا فرمائے۔(۶)

متن خلیل کی شرح الدردیر میں ہے کہ زکوٰۃ میں سے مجاہد کو ہتھیار اور گھوڑا خریدنے کے لئے دیا جائے گا خواہ مجاہد غنی کیوں نہ ہو' اس لئے کہ جہاد کے وصف کے ساتھ فقر کا وصف ہونا

© rasailojaraid.

لازمی نہیں ہے اور زکوٰۃ میں اس جاسوس کو بھی دیا جا سکتا ہے جو دشمن کی خبریں پہنچائے، خواہ وہ کافر ہو، لیکن کافروں سے بچنے کے لئے زکوٰۃ کی مد سے شہر پناہ کی دیوار بنانا یا مقابلے کے لئے جانے کے لئے سواری بنانا جائز نہیں ہے۔ (۷)

الدسوقی اپنے حاشیہ میں تحریر کرتے ہیں کہ زکوٰۃ سے شہر پناہ کی دیوار کے بنانے اور مقابلہ کے لئے جانے کے لئے کوئی مرکب بنانے کے عدم جواز کا قول صرف ابن بشیر کا ہے جبکہ اس کے بالمقابل رائے ابن عبدالحکم کی ہے۔ اللخمی نے اس کے علاوہ کوئی رائے تحریر نہیں کی ہے اور اسے التوضیح میں بیان کیا ہے۔ اور ابن عبدالسلام کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ (۸)

غرض مسلکِ مالکؒ درج ذیل امور پر مشتمل ہے:

۱) ان کا اس امر پر اتفاق ہے کہ فی سبیل اللہ جہاد سے متعلق ہے اور وہ سب امور اس میں آتے ہیں جو جہاد سے متعلق ہوں، جیسے جہاد کے گھوڑے تیار کرنا وغیرہ، جبکہ فقہائے احناف کے مابین جہاد، حج اور طلبِ علم اور تمام امورِ ثواب کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کون سے امور فی سبیل اللہ ہیں۔

۲) مسلکِ مالکؒ کے فقہاء مجاہد اور مرابط کے غنی ہونے کے باوجود اس کو زکوٰۃ میں سے دیئے جانے کے قائل ہیں۔ (بخلاف فقہائے احناف کے) اور ان کی یہ رائے ظاہر قرآن کے مطابق ہے کہ قرآن نے اسے مستقل مصرف قرار دیا ہے اور فقراء اور مساکین کے مصرف کو ایک جداگانہ مصرف بیان کیا ہے اور یہی امر سنتِ نبویؐ سے بھی ہم آہنگ ہے کہ سنّت میں مصارفِ زکوٰۃ کے بیان میں غازی فی سبیل اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

ابن العربی نے حنفیوں کے غازی کے فقر کے ساتھ مشروط کرنے کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نص پر اضافہ ہے جو کہ ان کے نزدیک نسخ ہے اور قرآن کا نسخ قرآن سے یا سُنّتِ متواترہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ (۹)

۳) مسلک مالک کے جمہور فقہاء کے نزدیک زکوٰۃ کو ہتھیاروں، گھوڑوں، شہر پناہوں اور جنگی کشتیوں کے بنانے پر صرف کیا جا سکتا ہے اور ان کے نزدیک بھی فقہائے احناف کی طرح یہ نہیں ہے کہ زکوٰۃ صرف مجاہدین اشخاص ہی پر صرف کی جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں مالکی فقہاء کی رائے قرآن کی تعبیر سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ قرآن میں اس مصرف کا ذکر "فِــی" کے ساتھ ہوا اور "لام تملیک" کے ساتھ نہیں ہوا ہے کہ اس تعبیر سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مجاہدین اشخاص سے پہلے زکوٰۃ جہا[د] کے مصالح میں

© rasailojaraid
© rasailojaraid

صرف ہونی چاہئے۔

شافعی فقہاء کا مسلک

امام نوویؒ کی ''المنہاج'' اور اس کی ابن حجرؒ کی شرح میں ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' وہ مجاہدین ہیں جو حکومت سے باقاعدہ تنخواہیں نہ لیتے ہوں اور وہ از خود جہاد میں شریک ہوں' کیونکہ اگر ان کو تنخواہیں ملتی ہیں تو وہ اپنے پیشہ اور حرفت میں مصروف ہیں۔ فی سبیل اللہ کا مقصود ہر وہ کارِ نیک ہے جس سے رضائے الٰہی مقصود ہو' بعد میں یہ مطلق جہاد کے معنی میں استعمال ہونے لگا اور بعد میں اس سے مقصود وہ مجاہدین ہو گئے جو بلا معاوضہ خدمتِ جہاد انجام دے رہے ہوں کہ یہ مجاہدین دوسرے مجاہدین سے درجہ فضیلت رکھتے ہیں (۱۰)۔ یہ مجاہدین اگرچہ غنی بھی ہوں تو بھی زکوٰۃ کی اس مد سے اُن کی اعانت کی جائے گی۔

امام شافعیؒ نے الاُمّ میں تصریح کی ہے کہ صدقہ دہندگان کے پڑوسیوں میں سے جو افراد جہاد کریں انہیں فی سبیل اللہ کی مد سے دیا جائے گا' خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر اور ان کے سوا اس مد میں سے کسی کو نہیں دیا جائے گا' اِلّا یہ کہ جو افراد ان سے مشرکین کا دفاع کریں اور وہ حاجت مند ہوں تو انہیں دیا جائے گا۔ (۱۱)

امام شافعیؒ نے صدقہ دہندگان کے پڑوسیوں (جیرانُ الصَّدَقَة) کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ ان کے نزدیک ایک شہر سے دوسرے شہر زکوٰۃ منتقل کرنا درست نہیں ہے۔

امام نوویؒ الروضۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ غازی کی روانگی' اس کی آمد اور اس کے سرحدی مقام پر قیام کے دوران کے اخراجات زکوٰۃ کی فی سبیل اللہ کی مد سے ادا کئے جائیں گے لیکن اگر سفر کے اخراجات زیادہ ہوں تو کیا تمام ادا کئے جائیں گے؟ اس بارے میں ہر دو اقوال ہیں۔ اگر مجاہد شاہ سوار ہو تو اس کو گھوڑے کی خریداری کے لئے دیا جائے گا اور اسی طرح آلاتِ ضرب و قتال پر صرف کیا جائے گا اور اسے گھوڑا اور ہتھیار کرائے پر لینے کی بھی اجازت ہوگی اور یہ صورت مال (زکوٰۃ) کی کمی بیشی کے ساتھ مختلف ہو سکتی ہے۔ اور اگر مجاہد پیادہ ہو تو اسے گھوڑے کی خریداری کے لئے رقم نہیں دی جائے گی۔

النووی المفتاح کی شرح میں کہتے ہیں کہ غازی کو اس کے اخراجات اور اس کی آمد و رفت کے اخراجات اور اس کے گھر والوں کے اخراجات دیئے جائیں گے۔ اگرچہ جمہور فقہاء نے اہل خانہ کے اخراجات سے سکوت اختیار کیا ہے' لیکن [illegible] ان اخراجات کا دیا جانا بعید از قیاس نہیں ہے

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اسے سواری اجرت پر لے دے اور چاہے تو اسے گھوڑا خرید کر دے دے اور اسے فی سبیل اللہ وقف کر دے کہ وقتِ ضرورت دوسرے مجاہد کو عاریتاً دے دیا جائے' اور جب وہ جہاد سے فارغ ہو جائے تو گھوڑا بیت المال کو واپس کر دے۔ (۱۲)

اس مقام پر فقہائے شافعیہ فرماتے ہیں کہ اگر فئے معدوم ہو جائے اور امام (حکومت) کے پاس مُرتزِقہ (تنخواہ پانے والے فوجیوں اور مجاہدین) کے لئے کچھ بھی نہ ہو تو کیا انہیں زکوٰۃ کے فی سبیل اللہ کے حصے سے کچھ دیا جا سکتا ہے؟ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں دو اقوال ہیں' اور ظاہر قول یہ ہے کہ انہیں زکوٰۃ میں سے کچھ نہیں دیا جائے گا بلکہ اغنیاءِ مسلمین پر ان کی اعانت لازم ہوگی۔ (۱۳)

اور اگر اغنیاء (دولت مند) نہ دیں یا ان کے پاس زائد مال نہ ہو اور امام کے پاس اہلِ فئے کے علاوہ نہ ہو تو کیا وہ اپنی ضرورت کے مطابق زکوٰۃ سے لے سکتے ہیں؟

ابن حجر نے شرح المنہاج میں کہا ہے کہ یہ جائز ہے۔ (۱۴)

یہاں پر ہمارے نزدیک قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ شافعیہ کا مسلک اس مصرف کے جہاد اور مجاہدین ہی پر خرچ کرنے کے بارے میں مالکیہ کے مسلک کے مطابق ہے' اور اس امر کے جواز میں بھی ہر دو مسلک ہم آہنگ ہیں کہ مجاہد اگرچہ غنی ہو پھر بھی اسے جہاد میں مدد دی جائے اور اسے ہتھیار اور جنگی سامان فراہم کیا جائے۔

مگر دو امور میں مسلک شافعیؒ حنفی مسلک کے برخلاف ہے۔

۱) ایک یہ کہ ان کے نزدیک زکوٰۃ میں صرف کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مجاہدین رضا کار ہوں اور ان کو پبلک خزانے سے کوئی تنخواہ یا حصہ نہ ملتا ہو۔

۲) اس حصہ پر (فی سبیل اللہ) فقراء اور مساکین کے حصوں سے زیادہ خرچ کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ امام شافعی کے نزدیک مصارف کے جملہ اقسام میں مساوات ضروری ہے۔

مسلک حنبلی

مسلکِ حنبلی میں بھی شافعی مسلک کی طرح فی سبیل اللہ سے مراد رضا کار غازی ہیں جن کو حکومت سے کوئی تنخواہ نہ ملتی ہو یا اگر انہیں کچھ ملتا ہو تو ان کے لئے ناکافی ہو۔ بایں صورت مجاہد کو برائے جہاد بقدر کفایت دیا جائے گا اگرچہ وہ غنی ہو' اور اگر عملاً وہ شریکِ جہاد نہ ہوا تو جو اس نے لیا ہے وہ واپس کرے گا۔ نیز سرحدوں کی نگرانی اور حفاظت بھی ان کے نزدیک جہاد

© rasailojaraid.

ہےاوراس کو بھی فی سبیل اللہ کی مد سے حصہ ملے گا۔

''غایۃ المنتہیٰ'' اوراس کی شرح میں مذکور ہے کہ امام (حکومت) کے لئے یہ بھی درست ہے کہ وہ مجاہد کو زکوٰۃ سے گھوڑا خرید کر دے دے تا کہ وہ اس پر جہاد کر سکے اگر چہ وہ خود صاحب نصاب زکوٰۃ ہو' کیونکہ وہ اپنی زکوٰۃ امام (حکومت) کو دے کر بری ہو چکا ہے۔ نیز اسی طرح امام کے لئے یہ بھی درست ہے کہ وہ مجاہدین کو جہاز اور کشتیاں خرید کر دے کیونکہ یہ بھی بہر حال مجاہدین کی ضرورت ہیں اور مسلمانوں کے مفاد میں ہیں اور امام مسلمانوں کے مفاد کے مطابق اور ان کے مصالح کے موافق اقدامات کرنے کا مجاز ہے۔

جبکہ مال کے مالک کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ میں سے گھوڑا خرید کر اسے فی سبیل اللہ کی مد میں مجاہد کو دے دے یا زمین غازیوں (مجاہدین) کے لئے وقف کر دے کیونکہ یہ ایتاء (ادائے زکوٰۃ) مامور بہ نہیں ہے (اس کا حکم نہیں ہے)۔ (۱۵)

مگر حج کے بارے میں امام احمدؒ سے دو روایات مروی ہیں:

ایک یہ کہ فی سبیل اللہ کی زکوٰۃ کی مد سے حج ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی فقیر کو زکوٰۃ میں سے دے دے تا کہ وہ اس سے حج کرے یا حج میں اسے امداد ہو جائے کیونکہ اُمِ معقل اسدیہ کی حدیث ہے کہ ''اُن کے شوہر نے ایک اونٹ فی سبیل اللہ (زکوٰۃ) علیحدہ کر دیا۔ اُن کا ارادہ عمرہ کا تھا اس لئے انہوں نے اپنے شوہر سے اونٹ مانگا مگر انہوں نے انکار کیا' اس پر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور آپؐ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے ان کے شوہر کو حکم دیا کہ وہ یہ اونٹ ان کو (سواری کے لئے) دے دیں اور فرمایا کہ حج اور عمرہ بھی فی سبیل اللہ ہیں''۔ (۱۶)

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی مروی ہے اور اسحٰق کا قول بھی اسی کے موافق ہے۔

دوسری رائے جمہور کے قول کے مطابق یہ ہے کہ زکوٰۃ میں سے حج پر صرف نہیں کیا جائے گا۔

ابن قدامہ المغنی میں کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ مطلق فی سبیل اللہ سے جہاد ہی مراد ہوتا ہے اور سوائے چند مقامات کے قرآن میں بھی جہاد ہی مراد ہے' اس بنا پر آیت (صدقات) میں وارد فی سبیل اللہ سے جہاد ہی مراد ہوگا کہ یہی اس آیت کا ظاہر بھی ہے۔ نیز اس لئے کہ حج کے مصارف کی دو نوعیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جن لوگوں کو اس کی احتیاج ہو' جیسے فقراء' مساکین' رقاب اور مقروض (غارمین)۔ اور دوسرے وہ جن پر صرف کرنے کی

© rasailojaraid
© rasailojaraid

مسلمانوں کو احتیاج ہو' مثلاً عامل' غازی' مؤلف' اصلاحِ ذات البین کی خاطر مالی بوجھ برداشت کرنے والا۔ جبکہ فقیر کو حج کرانا نہ تو فقیر کی احتیاج ہے کہ اس پر حج فرض نہیں ہے' نہ اس پر حج کی فرضیت میں مصلحت ہے بلکہ یہ ایک بوجھ ہے جس سے اللہ نے رخصت دی ہے اور نہ ہی فقیر کو حج کرانا مسلمانوں کی احتیاج ہے۔ اس لئے اس زکوٰۃ کو اصناف زکوٰۃ میں حاجت مندوں پر صرف کرنا چاہئے یا مسلمانوں کے مصالح میں دینا چاہئے۔ (۱۷)

ابنِ قدامہ کا یہ بیان بڑا واضح ہے اور اس پر کسی مزید اضافہ کی ضرورت نہیں ہے۔

جس حدیث پر امام احمدؒ کی پہلی رائے کی بنیاد قائم ہے' اس کی سند ضعیف ہے' اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی مسلک شافعیؒ کے فقہاء نے کہا ہے کہ حج کے سبیل اللہ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے' لیکن آیتِ صدقات میں زکوٰۃ کی جو مد فی سبیل اللہ کے عنوان سے ذکر ہوئی ہے اس کے ذیل میں حج نہیں آتا۔ نیز حدیث ''پانچ کے سوا زکوٰۃ حلال نہیں ہے'' میں غازی فی سبیل اللہ کا ذکر آیا ہے جس سے آیتِ صدقات کا مفہوم متعین ہو جاتا ہے۔ نیز زیرِ بحث حدیث میں اونٹ کو فی سبیل اللہ صدقہ قرار دیا گیا' جیسا کہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ان کے شوہر نے ''اس اونٹ کے اللہ کی راہ کے لئے ہونے کی وصیت کی'' اور ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''اس شخص کے لئے جو اس پر حج کرے'' اور اگر یہ فرض کر لیں کہ وہ زکوٰۃ ہی کا اونٹ تھا تو یہ احتمال ہے کہ جس کو یہ اونٹ دیا گیا تھا وہ خود فقیر ہو اور اس سے انتفاع کا مستحق ہو' یا اس نے اسے بغیر مالک بنائے سوار کرایا ہو۔ (۱۸)

اس مصرف کے بارے میں چاروں مسالک کے متفقہ امور

گزشتہ بیان سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ چاروں مسالک درج ذیل تین امور پر متفق ہیں:

۱) جہاد قطعی طور پر فی سبیل اللہ کی زکوٰۃ کی مد میں شامل ہے۔

۲) زکوٰۃ مجاہدین پر صرف کرنا جائز ہے۔ جبکہ سامانِ جہاد اور مصالح جہاد پر صرف کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔

۳) زکوٰۃ کو دیگر رفاہی اور اصلاحِ عامہ (Public Welfare) میں صرف کرنا جائز نہیں ہے' مثلاً پلوں اور بندوں کی تعمیر' مساجد اور مدارس کی تشکیل' راستوں کی درستگی اور (لاوارث) مُردوں کی تکفین وغیرہ۔ بلکہ ان امور کو فئے اور خراج جیسے بیت المال کے دیگر آمدنی کے ذرائع سے پورا کیا جائے گا۔

اور ان مصارف میں زکوٰۃ کو خرچ کرنا اس لئے جائز نہیں ہے کہ اس میں بقول حنفیہ

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

تملیک نہیں ہوتی یا بقول دیگر فقہاء یہ مدات آٹھ مصارف زکوٰۃ میں شامل نہیں ہیں۔

البدائع میں جو یہ کہا گیا ہے کہ (زکوٰۃ) تمام طاعتوں اور عبادتوں میں صرف ہو سکتی ہے تو وہاں انہوں نے ایک شخص کی تملیک کی شرط لگائی ہے' اس لئے اسے کسی عام ادارہ کو نہیں دیا جا سکتا' نیز انہوں نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ یہ لینے والا شخص فقیر ہو۔ اس لحاظ سے یہ رائے بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جس پر سبیل اللہ کے مفہوم کو محدود کرنے والوں کی رائے دلالت کرتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اپنی اس رائے میں منفرد ہیں کہ انہوں نے مجاہد کے لئے فقر کی شرط عائد کی ہے۔ جیسا کہ امام احمدؒ اپنی اس رائے میں منفرد ہیں کہ انہوں نے حج اور عمرہ پر زکوٰۃ کے صرف کو جائز کہا ہے۔

© rasailojaraid.com

بہرحال شافعی اور حنبلی مسلک کے فقہاء اس امر پر متفق ہیں کہ زکوٰۃ لینے والے مجاہدین رضاکار ہوں اور باقاعدہ فوجی نہ ہو اور ان کے نام (تنخواہوں کے لئے) حکومت کے رجسٹر میں درج نہ ہوں۔

نیز فقہائے احناف کے علاوہ جملہ فقہاء اس امر پر بھی متفق ہیں کہ زکوٰۃ کو فی الجملہ مصالح جہاد پر صرف کرنا بھی درست ہے۔

سبیل اللہ کے مفہوم میں وسعت اختیار کرنے والے فقہاء

قدیم و جدید فقہاء میں سے بعض نے سبیل اللہ کے مفہوم کو جہاد تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ ان کے نزدیک تمام امورِ خیر' جملہ بھلائی کے کام اور عبادات اور حصولِ تقرب کے اعمال بھی سبیل اللہ میں داخل ہیں کہ لفظ کا لغوی مفہوم یہی ہے۔

قفال کی رائے

امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کا ظاہری لفظ غازیوں کے لئے محدود نہیں ہے۔ اس لئے قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ صدقات (زکوٰۃ) کا تمام خیر کے کاموں میں صرف کرنا جائز ہے بلکہ اسے مُردوں کی تکفین' حفاظتی قلعے بنانے اور تعمیر مساجد میں صرف کرنا بھی درست ہے' اس لئے کہ فی سبیل اللہ اِن تمام کے لئے عام ہے۔ (۱۹)

لیکن قفال نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ فقہاء کون ہیں' حالانکہ محققین کے نزدیک فقیہہ مجتہد

© rasailojaraid.com

کے لئے استعمال ہوتا ہے، مگر رازیؒ نے بھی اس پر کوئی گرفت نہیں کی، جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید امام رازیؒ بھی اسی جانب جھکاؤ اور میلان رکھتے ہیں۔

حضرت انسؓ اور حضرت حسن بصریؒ کی جانب اس رائے کا انتساب

ابن قدامہ نے المغنی میں اس رائے کو انس بن مالکؓ اور حسن بصریؒ کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

> ''جو زکوٰۃ قلعوں اور راستوں پر صرف کی جائے (دی جائے) وہ زکوٰۃ درست ہے''۔ (۴۰)

اس عبارت کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ ان امور پر صرف کی جانے والی زکوٰۃ جائز ہے لیکن ابوعبیدؒ نے اس کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنی زکوٰۃ لے کر عاشر کے پاس سے گزرے اور اس سے عاشر یہ زکوٰۃ لے لے، جو کہ ولی امر (حکومت) کی جانب سے مقرر ہوں اور پلوں اور راستوں پر متعین ہوں تاکہ وہ اہلِ حرب مستامن سے، اور ذمی تاجروں سے اور مسلمانوں سے عائدشدہ تجارتی ٹیکس وصول کریں، جیسا کہ آج کل کی چنگی ہوتی ہے کہ وہ بالعموم گزرگاہوں کے ناکوں پر بنائی جاتی ہے۔

ابوعبیدؒ نے تابعین وغیرہ کے بھی اقوال نقل کیے ہیں، مثلاً ابراہیم، شعبی، ابوجعفر الباقر، ان اقوال سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے، یعنی عاشر جو لے لے اس کا زکوٰۃ میں شمار کر لینا۔ جبکہ حسن سے صراحتاً یہ قول منقول ہے، مگر میمون بن مہران کی رائے اس کے برخلاف ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ علیحدہ دیتے تھے اور عاشر کے لئے ہوئے کو زکوٰۃ میں شمار نہیں کرتے تھے۔ لیکن ابوعبید کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک انسؓ، حسن، ابراہیم، شعبی اور محمد بن علی کی رائے درست ہے اور یہی لوگوں میں مقبول ہے۔ (۴۱)

ابوعبید کی طرح ابن ابی شیبہ نے بھی ''باب من قال یحتسب بما اخذ العاشر'' میں ان دونوں کی رائے نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رائے کا ابن قدامہ کا انسؓ اور حسنؒ کی طرف منسوب کرنا ثابت نہیں ہے۔ (۴۲)

امامیہ جعفریہ کی رائے

مسلک امامیہ جعفریہ کی کتب میں سے ''المختصر النافع'' میں ہے کہ:

''ہر تقرب اور مصلحت کا کام مثلاً حج جہاد اور پلوں کا بنانا فی سبیل اللہ ہے، مگر ایک قول

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

یہ بھی ہے کہ فی سبیل اللہ کی مد صرف جہاد کے ساتھ مختص ہے۔"(۲۳)

"جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام" میں ہے جو کہ فقہ جعفریہ کی موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) ہے کہ تمام مصالح پر مشتمل اور مثلاً پلوں کی تعمیر، حج اور تمام امورِ خیر میں صرف کرنا فی سبیل اللہ ہے اور یہی عام متاخرین کی رائے ہے اور اس کی تائید خود ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے اس لئے کہ سبیل کے معنی تو راستے کے ہیں اور جب سبیل کے لفظ کی اضافت اللہ کی جانب ہوگی تو اس کا مفہوم یہی ہوگا کہ ہر وہ کام جو رضائے الٰہی اور حصولِ ثواب کے لئے ہو۔ اور اس میں جہاد بھی شامل ہے۔(۲۴)

فقہائے زیدیہ کی رائے

زیدیہ مسلک کی کتاب "الروض النضیر" جس میں امام زید کے اقوال کی شرح کی گئی ہے، بیان کیا گیا ہے کہ مُردے کے کفن اور مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ صرف نہیں کی جائے گی اور جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک عموم کے ساتھ تمام امورِ خیر فی سبیل میں داخل ہیں، اگرچہ جہاد کے مفہوم میں اس کا استعمال زیادہ ہو گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اوائل اسلام میں جہاد زیادہ درپیش تھا لیکن اس کے ساتھ دوسرے امورِ خیر کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا تھا اور حقیقتِ عرفیہ کے لحاظ سے اب تک اپنی پہلی وضع پر باقی ہے اور اس میں تقرب کی تمام انواع داخل ہیں کہ مصالح عامہ اور خاصہ کا اقتضاء بھی یہی ہے تا آنکہ کسی دلیل کی بنا پر اس کی تخصیص ہو۔ اور یہ البحر کی عبارت ہے جب تک کوئی دلیل تخصیص موجود نہ ہو فی سبیل اللہ اپنے عموم پر مشتمل ہے۔(۲۵)

غرض "البحر" اور "الروض" کے مصنفین کے نزدیک سبیل اللہ کے مفہوم میں وسعت راجح ہے۔

شرح الازھار میں ہے کہ اس صنف میں یہ بھی جائز ہے کہ زکوٰۃ کا بقیہ عام مصالح مسلمین پر صرف کیا جائے، امام الہادی نے یہی تصریح کی ہے اور ابو طالب نے کہا ہے کہ فقراء کے غناء کے باوجود بھی ان مصالح میں صرف کیا جانا چاہئے کہ اگر فقیر محتاج موجود ہو تو وہ زکوٰۃ کا زیادہ حق دار ہے۔ بعض کے نزدیک یہ شرط درجۂ استحباب میں ہے ورنہ اگر فقراء کی موجودگی کے باوجود (مصالح پر) صرف کی جائے تو بھی جائز ہے۔

حواشی الازھار میں البحر سے نقل کیا گیا ہے کہ مصالح پر صرف کے لئے یہ ضروری نہیں کہ سبیل اللہ کی مد سے زکوٰۃ بچ گئی ہو بلکہ آٹھوں مصارف میں سے بچی ہوئی رقم مصالح پر

© rasailojaraid.com

صرف ہو سکتی ہے' جیسا کہ اموالِ مصالح (Welfare Funds) سے فقراء پر صرف کیا جاسکتا ہے۔(۲۶)

الروضۃ الندیہ کے مصنف کی رائے

مسلک اہلِ حدیث کے فقیہہ نواب صدیق حسن خان اپنی تصنیف الروضۃ الندیہ میں لکھتے ہیں کہ سبیل اللہ سے مراد رضائے الٰہی کے لئے اختیار کیا جانے والا راستہ ہے' جہاد بھی رضائے الٰہی کا سب سے عظیم طریقہ ہے' لیکن اس تخصیص کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ زکوٰۃ کے فی سبیل اللہ کے مصرف سے صرف جہاد مراد ہے' بلکہ اس حصہ زکوٰۃ کو کسی بھی رضائے الٰہی کے کام پر صرف کیا جاسکتا ہے۔ یہی آیت میں وارد فی سبیل اللہ کے لغوی معنی ہیں اور جب تک از روئے شرع کسی اور مفہوم کے بارے میں نقلی دلیل موجود نہ ہو لفظ اپنے عموم پر ہی برقرار رہتا ہے پھر ان علماء پر صرف کرنا جو مسلمانوں کی دینی خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہوں فی سبیل اللہ ہے کیونکہ ان کا بھی اللہ کے مال میں حصہ ہے خواہ وہ اغنیاء ہوں خواہ فقراء۔ بلکہ ان پر صرف کرنا زیادہ اہم ہے کہ علماء ورثۃ الانبیاء ہیں اور حاملینِ دین ہیں اور انہی کے ذریعے اللہ سبحانہ' دین کی اور شریعت کی حفاظت فرماتا ہے۔(۲۷)

جدید علماء کی آراء

القاسمی کی رائے

شیخ جمال الدین قاسمی اپنی تفسیر میں رازیؒ کا قول درج کرتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کا لفظ مجاہدین اور غازیوں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے قفال کی رائے نقل کی ہے اور التاج کے مصنف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ہر وہ کام جس سے خدا کی رضا مقصود ہو فی سبیل اللہ میں داخل ہے"۔(۲۸)

ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد قاسمی نے ان پر سکوت اختیار کیا ہے جس سے احساس ہوتا ہے کہ وہ ان اقوال سے متفق ہیں۔

رشید رضا اور شلتوت کی آراء

تفسیر المنار کے مصنف سید رشید رضا آیت صدقات کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ درست یہی ہے کہ فی سبیل اللہ سے یہاں مسلمانوں کے مصالح عامہ ہی مراد ہیں جن سے دین و ریاست کے معاملات استوار ہوں اور افراد مراد نہیں ہیں۔ چنانچہ افراد کا حج بھی فی سبیل اللہ نہیں ہے'

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اس لئے کہ حج صاحبِ استطاعت ہی پر فرض ہے' نیز یہ کہ حج فرضِ عین ہے جس طرح کہ نماز اور روزہ ہے اور مصالح دینیہ سے نہیں ہے' جبکہ حج کا قائم کرنا شعائرِ اسلام میں سے ہے' اس لئے فی سبیل اللہ کی مدّ کی زکوٰۃ حج کے راستے کو پُر امن بنانے' حج کے دنوں میں پانی اور غذا کی فراہمی کا بندوبست کرنے اور حاجیوں کی صحت کا انتظام کرنے پر صرف کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس کا کوئی اور مصرف نہ ہو۔ (۲۹)

اس کے بعد سید رشید رضا لکھتے ہیں کہ (۳۰) فی سبیل اللہ کی مد ان تمام عام شرعی مصالح پر مشتمل ہے جو ریاست اور دین کا جزو اہم ہوں۔ ان میں سے سب سے اوّل جنگی صلاحیت فراہم کرنا' اسلحہ خریدنا' لشکر کی غذائی ضرورت پوری کرنا' غازیوں کو مسلح کرنا اور نقل وحمل کے اسباب فراہم کرنا شامل ہے (ظاہر ہے کہ یہاں اسلامی جنگ اور وہ اسلامی لشکر مراد ہے جو صرف اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے جنگ کر رہا ہو) اسی طرح کی رائے پہلے محمد بن الحکم کی گزر چکی ہے۔ غازی کو مسلح کرنے کی ایک شرط یہ ہے کہ غازی جنگ سے واپس آ کر ہتھیار اور گھوڑا بیت المال میں جمع کرا دے' اس لئے کہ یہ اشیاء اس کی دائمی ملکیت نہیں بنی ہیں بلکہ صرف اسے راہِ خدا میں استعمال کے لئے دی گئی ہیں۔

فی سبیل اللہ کے عموم میں فوجی ہسپتال اور عام فلاحی ہسپتال کا قیام' شاہراہیں بنانا' فوج کی نقل وحرکت کے لئے ریلوے لائن بنانا' سنگین مورچہ تعمیر کرنا' فوجی مقاصد کے ہوائی اڈے' خندقیں اور دمدمے بنانا بھی داخل ہیں۔

ہمارے دور میں تو فی سبیل اللہ کی ایک اہم مدّ دعوتِ اسلام کے لئے افراد کا تیار کرنا بھی ہے تا کہ منظم جمعیتیں انہیں بلاد کفار میں بھیجیں اور وہ وہاں جا کر تبلیغ اسلام کریں اور اس عظیم مصلحتِ ملی کی تفصیل ہم ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔ (۳۱)

شیخ محمود شلتوت نے بھی فی سبیل اللہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ عام مصالح ہیں جو کسی ایک فرد کی ملکیت نہ ہوں اور کوئی ایک شخص ان سے منتفع نہ ہوتا ہو' بلکہ وہ اللہ کی ملک ہو اور اس کی منفعت تمام مخلوق میں مشترک ہو۔ ان مصالح میں اوّلین مصلحت جنگی استعداد ہے تا کہ اُمت کو داخلی بغاوت سے اور خارجی حملے سے محفوظ رکھا جا سکے اور قومی وقار بحال رہے۔ نیز یہ مد جدید ترین جنگی ساز و سامان کو بھی مشتمل ہے' اس میں فوجی اور عام ہسپتال بھی آتے ہیں' راستے بنانا اور ریلوے لائن بچھانا بھی اس میں شامل ہے جو اسلام کے

© rasailojaraid

جمال اور وقار کو روشن کریں، اس کی حکمت بیان کریں، اس کے احکام بیان کریں اور دشمنانِ اسلام کے حملوں کا دفاع کریں۔

اور اسی طرح اس فی سبیل اللہ کی مد میں ایسے وسائل اختیار کرنا بھی شامل ہے جس سے حفظِ قرآن کا سلسلہ تا قیامِ قیامت جاری رہے۔ (۳۲)

بہر حال شیخ شلتوت کی یہ رائے بھی مذکورہ بالا سید رشید رضا کی رائے کی مؤیّد ہے۔

اسی اساس پر انہوں نے تعمیرِ مساجد پر زکوٰۃ کے صرف کرنے کے بارے میں یہ جواب دیا کہ اگر کسی بستی میں پہلی مسجد تعمیر کی جا رہی ہو، یا مسجد موجود ہو اور اس میں گنجائش کم ہو اور بستی کے لوگوں کو ایک اور مسجد کی ضرورت ہو تو از روئے شریعت تعمیر اور اصلاحِ مسجد پر زکوٰۃ کا صرف کرنا درست ہے اور یہ فی سبیل اللہ کی مد میں شمار ہو گی۔

کیونکہ فی سبیل اللہ کا مقصود مصالح عامہ ہیں جن سے تمام مسلمان مستفید ہوتے ہوں، اس لئے یہ مد مساجد، شفاخانوں، تعلیم گاہوں، لوہے کے کارخانوں وغیرہ کو شامل ہے، یعنی جن کاموں کی افادیت اجتماعی ہو۔ یہ بتانا بہتر ہے کہ یہ مسئلہ فقہاء کے درمیان اختلافی ہے (اس کے بعد شیخ نے رازی کا نقل کردہ قفال کا قول نقل کیا ہے کہ صدقات کو تمام امورِ خیر میں صرف کیا جا سکتا ہے) اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی اس رائے پر مطمئن ہوں اور یہی فتویٰ دیتا ہوں، لیکن شرط یہی ہے جو مساجد کے بارے میں بیان ہوئی ہے کہ اس کی ضرورت ایسی ہو کہ اس کے بغیر گزارہ نہ ہو، ورنہ تو مسجد کے علاوہ امور پر صرف کرنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہو گا۔ (۳۳)

مخلوف کا فتویٰ

مفتی مصر شیخ حسنین مخلوف سے یہ فتویٰ پوچھا گیا کہ کیا اسلامی فلاحی تنظیموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ تو انہوں نے جواز کا فتویٰ دیا اور فی سبیل اللہ کے مفہوم کے ضمن میں رازی اور قفال کے اقوال نقل کئے۔ (۳۴)

موازنہ اور ترجیح

ہم نے اوپر مسالکِ اربعہ کی وہ آراء نقل کر دی ہیں جن میں سے بیشتر اس امر کی حامل ہیں کہ فی سبیل اللہ سے صرف جہاد مراد ہے۔ نیز ہم نے قدیم فقہاء اور جدید علماء کی وہ آراء بھی درج کر دی ہیں جن کی رو سے فی سبیل اللہ کے مفہوم میں وسعت ہے اور یہ لفظ علاوہ جہاد کے دیگر امورِ خیر پر بھی مشتمل ہے۔

© rasailojaraid

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں آراء میں سے کون سی درست اور حق ہے۔

جن حضرات نے توسع اختیار کیا ہے ان کی دلیل واضح ہے کہ لفظ کا اصلی اور وضعی مفہوم جملہ امورِ خیر پر مشتمل ہے اور اس لئے اسے مساجد' مدارس اور ہسپتالوں کی تعمیر اور تمام امورِ خیر میں صرف کیا جا سکتا ہے' جبکہ مسالکِ اربعہ کے جمہور فقہاء کا اعتماد ان دو دلائل پر ہے۔

۱) پہلی دلیل جس پر فقہائے احناف نے اپنے استدلال کی بنا رکھی ہے یہ ہے کہ زکوٰۃ کا ایک رکن تملیک (کسی کی ملکیت میں آنا) ہے جو کہ امورِ خیر میں موجود نہیں ہے کہ ان میں کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اور تملیک کے رکن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ' نے زکوٰۃ کو صدقہ فرمایا ہے اور صدقہ کی حقیقت یہ ہے کہ مال کا کسی فقیر کو مالک بنا دیا جائے۔ (۳۵)

۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ مساجد' مدارس اور پانی پینے کی جگہیں بنانے جیسے امورِ خیر ان آٹھ مصارف میں نہیں آتے جو آیتِ صدقات میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس آیت کا آغاز اِنَّمَا سے ہو رہا ہے جو حصر (تحدید) اور اثبات کے لئے آتا ہے' اس لئے جو مصارف آیت میں مذکور ہوئے وہ تو ثابت ہو گئے اور اس کے سوا کالعدم قرار پائے۔ نیز الفاظِ حدیث بھی ہیں کہ اللہ نے زکوٰۃ کو آٹھ حصوں میں تقسیم فرما دیا ہے اور اسی پر ابن قدامہ نے المغنی میں اعتماد کیا ہے۔ (۳۶)

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں پہلی دلیل قابلِ غور ہے' کیونکہ قرآن نے جن مصارف کو فِیْ کے ساتھ بیان کیا ہے ان میں تملیک شرط نہیں ہے' چنانچہ فقہاء نے زکوٰۃ سے غلام کے آزاد کرانے اور مُردے کا قرضہ ادا کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے حالانکہ اس میں تملیک نہیں ہے' نیز یہ کہ ولی امر (حکومت) کو دے دینے سے تملیک تو ہو گئی کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ مالک خود ہی فقیر کے ہاتھ میں دے بلکہ امام (حکومت) یا اس کا نائب زکوٰۃ لے کر اسے ان امور میں صرف کر سکتا ہے۔

دوسری دلیل جو اس امر پر قائم ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف آٹھ ہیں' تو یہ بھی توسع اختیار کرنے والے فقہاء کے ردّ میں کافی نہیں ہے' اس لئے کہ ان کے نزدیک مساجد وغیرہ کی تعمیر فی سبیل اللہ کے مصرف میں داخل ہے اور اِنَّمَا میں سے اللہ سبحانہ نے جن آٹھ مصارف کی تحدید کی ہے ان سے خارج نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس رائے کے قائلین کی صحیح تردید یہی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ فی سبیل اللہ سے صرف غازی ہی مراد ہیں جیسا کہ جمہور فقہاء کی رائے ہے اور یہ کہ یہ عام امورِ خیر پر مشتمل نہیں ہے جیسا کہ لفظ کا عموم دلالت کرتا ہے۔

© rasailojaraid.c

اور اس لفظ —— فی سبیل اللہ —— کے اصل مفہوم کے تعین کے لئے ضروری ہے کہ ہم یہ جائزہ لیں کہ قرآن میں یہ لفظ کن کن مقامات پر وارد ہوا ہے کہ قرآن کی بہترین تفسیر وہی ہے جو خود قرآن سے کی جائے۔

قرآن کریم میں ''سبیل اللہ'' کا لفظ

قرآن کریم میں سبیل اللہ کا لفظ ساٹھ سے زائد مرتبہ آیا ہے[۳۷] اور دو طرح آیا ہے۔

۱) کسی مقام پر ''فِیْ'' کے ساتھ آیا ہے، جیسے اسی آیت صدقات میں فی سبیل اللہ آیا ہے اور کہیں عَنْ کے ساتھ آیا ہے جو کہ تیئس مقامات پر آیا ہے۔ جہاں عَنْ کے ساتھ آیا ہے وہاں یا تو صَدَّ کے فعل کے ساتھ آیا ہے، جیسے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِیْدًا﴾ (النساء)

''جو لوگ اس کو ماننے سے خود انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو خدا کے راستے سے روکتے ہیں وہ یقیناً گمراہی میں حق سے بہت دور نکل گئے ہیں۔''

نیز ——

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ (الانفال:۳۶)

''جن لوگوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا ہے وہ اپنے مال خدا کے راستے سے روکنے کے لئے صرف کر رہے ہیں۔''

یا اَضَلَّ کے فعل کے ساتھ آیا ہے، مثلاً:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ (لقمان:۶)

''اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلامِ دلفریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے۔''

۲) ''فِیْ'' کے ساتھ سبیل اللہ قرآن میں زیادہ آیا ہے اور اس صورت میں یا تو انفاق کے فعل کے بعد آیا ہے ﴿اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ یا ہجرت کے بعد آیا ہے ﴿وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ یا جہاد کے بعد آیا ہے ﴿وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ یا قتال اور قتل کے بعد آیا ہے ﴿یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ﴾ اور ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ﴾ یا مخمصہ یا ضرب وغیرہ الفاظ کے بعد آیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن میں سبیل اللہ کے لفظ سے کیا مراد ہے؟

© rasailojaraid.com

لغت میں سبیل کے معنی طریق (راستہ) کے ہیں' ظاہر ہے کہ سبیل اللہ سے وہ راستہ مراد ہوگا جو رضائے الٰہی اور ثوابِ اُخروی تک پہنچانے والا ہو کہ اللہ سبحانہٗ نے اپنے انبیاء کو اسی لئے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کی اس راستہ کی جانب رہنمائی کریں اور بالخصوص حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کو تو یہ حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں کو اللہ کے راستے کی جانب بلائیں:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (النحل:١٢٥)

''(اے نبیؐ!) اپنے ربّ کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔''

بلکہ یہ اعلانِ عام بھی فرمادیں:

﴿هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾ (یوسف:١٠٨)

''میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں' میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔''

اس راہ کے برعکس ایک اور راہ ہے جسے قرآن نے سبیل الطاغوت کہا ہے اور جس کی جانب ابلیس اور اس کا لشکر دعوت دیتا ہے اور اس راہ پر چلنے والا اللہ کی ناراضگی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ نے ان دونوں راستوں کا فرق ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ﴾ (النساء:٧٦)

''جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔''

سبیل اللہ کی جانب بلانے والے کم ہوتے ہیں اور اس راہِ حق کے دشمن اور اس سے روکنے والے بکثرت ہوتے ہیں:

﴿يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (الانفال:٣٦)

''وہ اپنے مال اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے صرف کر رہے ہیں۔''

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (لقمان:٦)

''اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دلفریب خرید کر لاتا ہے تا کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے۔''

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ﴾ (الانعام:١١٦)

© rasailojaraid

''اور (اے نبیؐ!) اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو گے جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے''۔

ہوائے نفس راہِ حق پر چلنے سے روکتی ہے کہ حق کے راستے کی مشقتیں نفس کی خواہشات کے برخلاف ہیں:

﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (ص:٢٦)

''اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔''

کیونکہ دشمنانِ خدا اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جدوجہد بھی کرتے ہیں اور مال بھی خرچ کرتے ہیں' اس لئے مؤمنین انصار اللہ کا یہ فریضہ ہوا کہ وہ راہِ حق کے فروغ کے لئے کوششیں کریں اور اس کے لئے اپنا مال صرف کریں اور یہی اسلام نے فرض قرار دیا ہے اور زکوٰۃ کا ایک حصہ فی سبیل اللہ کے اس اہم مصرف کے لئے مخصوص کر دیا ہے اور مسلمانوں کو بالعموم اپنے مال میں سے فی سبیل اللہ خرچ کرنے پر آمادہ کیا اور بتاکید حکم دیا۔

انفاق کے ساتھ فی سبیل اللہ کا مفہوم

© rasailojaraid

انفاق کے ساتھ سبیل اللہ کا لفظ دو معنی میں آیا ہے۔

۱) ایک تو لفظ کے حقیقی معنی میں آیا ہے اور تمام انواع برّ' طاعات اور سُبلِ خیر کو عام ہے' مثلاً یہ فرمانِ الٰہی:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (البقرة:٢٦١)

''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں' ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ جس عمل کو چاہتا ہے افزونی عطا فرماتا ہے۔''

نیز فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾﴾ (البقرة)

''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جتاتے نہ دکھ دیتے ہیں' ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لئے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں۔''

© rasailojaraid

ان آیات سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ فی سبیل اللہ کا لفظ قتال اور اس سے متعلقہ امور کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ ان آیات میں مَنّ (احسان) اور اذیٰ (ایذا رسانی) کا ذکر بھی آیا ہے جو کہ ظاہر ہے تنگدست اور صاحبِ حاجت لوگوں پر خرچ کرنے کی صورت ہی میں ہوگا۔

اور اسی طرح یہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (التوبة)

''دردناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔''

اس آیت میں بھی سبیل اللہ کا عام مفہوم مراد ہے' جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے ارشاد فرمایا اور جنگ مقصود نہیں ہے۔ (۳۸) ورنہ فقراء' مساکین' یتیموں اور مسافروں پر خرچ کرنے والا بھی اللہ کا فرمان کے زمرے میں داخل ہو جائے گا جنہیں عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

© rasailojaraid.

بعض معاصرین کی رائے یہ ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ انفاق کے ساتھ لازمی طور پر جہاد ہی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کسی اور معنی کا اس میں احتمال نہیں ہے۔ (۳۹)

لیکن یہ رائے فی سبیل اللہ کے قرآن میں استعمال کے مکمل مطالعے پر مبنی نہیں ہے کیونکہ سورۂ بقرہ کی دونوں مذکورہ بالا آیات اس کے خلاف ہیں۔

۲) دوسرا مفہوم اللہ کے دین کی نصرت' اس کے دشمنوں سے جنگ اور روئے زمین پر اللہ کا کلمہ بلند کرنے سے متعلق ہے تاکہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لئے ہی ہو جائے۔ سیاقِ کلام سے اس معنیٔ خاص میں اور معنیٔ عام میں امتیاز ہو جائے اور یہ مفہوم قتال اور جہاد کے الفاظ کے بعد آتا ہے' مثلاً:

قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں آیاتِ قتال کے بعد آیا ہے:

﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (البقرۃ)

''اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔''

بلاشبہ یہاں پر انفاق نصرتِ اسلام اور اسلام کے خلاف لڑنے والے دشمنوں پر اللہ کا

© rasailojaraid.

کلمہ غالب کرنے اور اللہ کے دین سے روکنے والوں کو اس امر سے باز رکھنے کے معنی میں ہے۔ اسی طرح سورۃ الحدید میں آیا ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾ (الحدید: ۱۰)

''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے۔ تم میں سے جو لوگ فتح کے بعد خرچ اور جہاد کریں گے وہ کبھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہے' ان کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے' اگرچہ اللہ نے دونوں ہی سے اچھے وعدے فرمائے ہیں۔''

سیاقِ کلام اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں پر انفاق کا وہی مفہوم ہے جو گزشتہ آیت میں تھا۔ سورۃ الانفال میں فرمایا جاتا ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ (الانفال)

''اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے' زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لئے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوفزدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے' اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہوگا۔''

یہ مقام اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں فی سبیل اللہ سے مراد دشمنانِ خدا سے جنگ کرنا ہے اور اللہ کے دین کو کامیاب بنانا ہے جیسا کہ حدیث صحیح بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے۔

''جس نے اس لئے جہاد کیا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو یہی فی سبیل اللہ ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اسی خاص مفہوم کو جہاد اور غزوہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور ''نصرتِ اسلام'' کی تعبیر زیادہ موزوں ہے' ورنہ تو جَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ کے معنی یہ ہو جائیں گے کہ ''جہاد میں جہاد کرو''۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

مصارفِ زکوٰۃ والی آیت میں فی سبیل اللہ کا استعمال

انفاق کے ساتھ سبیل اللہ کے دو مفہوم ہیں' عام اور خاص۔ اور ان دونوں مفاہیم کے لحاظ سے دیکھنا یہ ہے کہ مصارف زکوٰۃ والی آیت میں فی سبیل اللہ کا کیا مفہوم ہے' کیونکہ اگرچہ وہاں انفاق کا لفظ نہیں آیا لیکن بہرحال ملحوظ ہے۔

میری رائے یہ ہے کہ یہاں پر سبیل اللہ کا عام مفہوم مراد نہیں ہے اس لئے کہ یہ عموم متعدد جہات پر مشتمل ہے جن کی تمام اصناف اور اشخاص کا حصر نہیں ہو سکتا جو کہ آٹھ مصارفِ زکوٰۃ کے تعین کے برخلاف ہے' جیسا کہ ظاہر آیت اس جانب اشارہ کرتی ہے اور جیسا کہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ سبحانہ' کسی نبی یا کسی شخص کے فیصلہ دربارۂ صدقات پر راضی نہیں ہوا اور خود اسے آٹھ حصوں میں تقسیم فرمایا۔''

جیسا کہ فی سبیل اللہ اپنے عمومی مفہوم کے لحاظ سے فقراء اور مساکین کو اور باقی سات اصناف کو شامل ہے کیونکہ یہ تمام ہی برّ (نیکی) اور اطاعت کے کام ہیں —— تو اس مصرف میں اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کے مصرف میں کیا فرق ہے؟

کلام اللہ جو انتہائی بلیغ' بے حد جامع اور بلا فائدہ تکرار سے پاک ہے اس میں اس کے کوئی خاص اور جدا معنی ہونے چاہئیں جو اسے دیگر تمام مصارف سے ممتاز کر دے۔ اور فقہاء اور مفسرین قدیم زمانے سے اس کا مفہوم جہاد لیتے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس لفظ کے اطلاق کے وقت اس کا یہی مفہوم ہوتا ہے۔ اور اسی لئے ابن الاثیرؒ نے کہا ہے کہ گویا کثرت استعمال سے یہ اس مفہوم پر مقتصر ہو کر رہ گیا ہے۔ جیسا کہ ہم اس فصل کے آغاز میں بیان کر چکے ہیں۔

طبرانی کے اس قول سے بھی ابن الاثیرؒ کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ انہوں نے ایک توانا اور تندرست نوجوان کو دیکھا اور کہنے لگے کہ کاش اس شخص کی جوانی اور صحت فی سبیل اللہ جہاد اور تائیدِ حق میں صرف ہوتی۔ (۴۰)

رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متعدد احادیث مروی ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ فی سبیل اللہ سے جہاد مراد ہے' جیسے کہ ایک صحیح حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

''میں فی سبیل اللہ (راہِ خدا) گھوڑے پر سوار ہوا''۔

ایک اور حدیث ہے:

''راہِ خدا ایک صبح اور ایک شام دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

''جو شخص اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کو سچا سمجھتے ہوئے راہِ خدا میں گھوڑا تیار کرتا ہے تو اس کا پیٹ بھرنا' پانی سے سیراب ہونا' اس کی لید اور اس کا پیشاب روزِ قیامت اس کی میزان میں حسنات لکھی جائیں گی۔'' (بخاری)

''جو شخص راہِ خدا میں ایک دن کا روزہ رکھے گا اللہ اس دن کے بدلے اس کے چہرے کو ستر سال کے لئے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔'' (بخاری و مسلم)

© rasailojaraid.com

''جس شخص نے راہِ خدا میں کچھ خرچ کیا اس کو ستر گنا کر کے لکھا جائے گا۔''

(نسائی اور ترمذی' ترمذی نے حسن کہا ہے)

''جس شخص کے قدم راہِ خدا میں غبار آلود ہوئے اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔''[۲۱] (بخاری)

اس کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث موجود ہیں اور کسی بھی شخص نے فی سبیل اللہ سے ماسوا جہاد کے اور کوئی مفہوم نہیں لیا ہے۔

یہ تمام قرائن اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ آیتِ مصارف میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہی ہے' جیسا کہ جمہور کی رائے ہے۔ بہر حال یہاں پر لغوی اور اصل معنی میں نہیں ہے اور اسی پر یہ حدیث کہ پانچ اشخاص کے سوا کسی کو صدقہ حلال نہیں ہے اور اس میں آپؐ نے غازی فی سبیل اللہ کا ذکر فرمایا۔

ان تمام دلائل کے پیشِ نظر میں اس امر کو ترجیح دیتا ہوں کہ فی سبیل اللہ کا لفظ تمام مصالح اور قربات پر مشتمل نہیں ہے اور اس میں اس قدر توسع نہیں ہے' بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اس میں زیادہ تضییق (تنگی) بھی نہیں ہے کہ اس کو صرف جنگی مفہوم میں جہاد کے معنی میں محصور سمجھا جائے۔

جہاد تو قلم سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی' فکری بھی ہوتا ہے اور تربیتی بھی' اجتماعی بھی اور اقتصادی بھی' سیاسی اور عسکری بھی ..... اور جہاد کی ان جملہ اقسام کے لئے امداد کی اور مال کی ضرورت ہے۔

© rasailojaraid.com

لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس کی شرط اساسی پوری ہو یعنی جہاد کے ہر نوع میں اسلام کی

تائید اور اعلاء کلمۃ اللہ مقصود ہو' اس طرح کی ہر جدّوجُہد ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے' خواہ اس کی کوئی بھی قسم ہو اور خواہ اس میں ہتھیار استعمال کئے جائیں یا نہ کئے جائیں۔

امام طبری فی سبیل اللہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ کے دین کی تائید ہے۔
اسلامی شریعت کی تاسیس پر صرف کرنا فی سبیل اللہ خرچ کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ دشمنانِ اسلام سے جہاد اور قتال اور کفار سے جنگ اسی جدوجہد کا ایک حصہ ہے' کیونکہ کبھی اللہ کے دین کی تائید و نصرت کے لئے قتال اور جنگ کی ضرورت بھی پیش آ جاتی ہے' بلکہ بعض حالات میں یہی ایک ناگزیر طبقہ رہ جاتا ہے جس سے نصرت دین ہو سکتی ہے' لیکن ایسے ادوار بھی آتے ہیں کہ جن میں نظریاتی جدوجہد' جنگی اور مادی جدوجہد سے کہیں زیادہ مؤثر' گہری اور عمیق ثابت ہوتی ہے' جیسا کہ ہمارے دور میں ہے۔

اس لحاظ سے اگر چاروں مسالک کے فقہاء نے اس حصہ کو غازیوں کے تیار کرنے اور حفاظتی دستے متعین کرنے اور ان کی گھوڑوں اور ہتھیاروں سے امداد کرنے پر صرف کا قول اختیار کیا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج ہمارے اس دور میں ایک اور نوع کے غازی تیار کرنے ہیں اور ایک قسم کے حفاظتی دستے ترتیب دینے ہیں تاکہ وہ اسلامی تعلیمات کو علمی اور فکری انداز میں پیش کر کے نظریاتی فتوحات حاصل کر سکیں اور اسلام پر کئے جانے والے حملوں کی بہترین مدافعت کر سکیں۔ جہاد کے مفہوم بیان کردہ توسع کی دلیل یہ ہے کہ:

۱) اسلام میں جہاد جنگی غزوہ اور تلوار سے قتال پر موقوف نہیں ہے' کیونکہ حدیثِ صحیح میں ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا: ظالم بادشاہ کے روبرو کلمۂ حق کہنا۔''(۴۲)

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھ سے قبل اللہ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا' اس کی امت میں حواری ہوئے ہیں اور ایسے اصحاب پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے نبی کی سنت کو اختیار کیا اور اس کے حکم کی پیروی کی' پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئے جو وہ کہتے رہے جو وہ نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ ان سے جس کسی نے اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے' جس نے اپنی زبان سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے' اور جس نے اپنے قلب سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے' اور اس کے بعد ایمان کا رائی کے برابر بھی کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔''

© rasailojaraid
© rasailojaraid

اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''مشرکین سے اپنے مال' جان اور زبانوں سے جہاد کرو۔'' (۴۳)

۲) جہاد کے جو اسالیب ہم نے بیان کئے ہیں اگر وہ بلحاظِ نص بھی جہاد کے مفاہیم میں داخل نہ ہوں تو از روئے قیاس وہ ضرور داخل ہیں' کیونکہ جہاد سے اور مذکورہ بالا اعمال ہر دو سے مقصود اعلائے کلمۃ اللہ' اسلام کی تائید اور دشمنانِ اسلام کا مقابلہ اور ان کا دفاع ہے۔

ہمارے سامنے یہ مثال بھی آ چکی ہے کہ فقہاء نے عاملین زکوٰۃ میں مسلمانوں کی فلاح کے کاموں میں مصروف لوگوں کو بھی شمار کیا ہے۔ چنانچہ ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ:

''جن فقہاء نے زکوٰۃ کے عامل پر صرف کرنے کو جائز کہا ہے حالانکہ وہ غنی ہو ان کے نزدیک زکوٰۃ کا قاضیوں اور ان لوگوں پر صرف کرنا بھی جائز ہے جو لوگوں کی فلاح کے کاموں میں مصروف ہوں''۔ (۴۴)

اسی طرح ہمارے سامنے یہ مثال بھی ہے کہ بعض فقہائے احناف نے جس شخص کا مال جاتا رہا ہو اور اسے اس پر قدرت نہ رہے اسے بھی ابن السبیل کے ساتھ ملحق کیا ہے اگر چہ وہ اپنے شہر میں موجود ہو' اس لئے کہ اعتبار حاجت کا ہے جس وقت بھی موجود ہو۔

اس لئے یہ بات قابلِ تعجب نہ ہونی چاہئے کہ ہم جہاد (بمعنی قتال) میں وہ تمام کوششیں شمار کرلیں جو قولاً یا عملاً نصرتِ اسلام کے مقصد کو پورا کرنے والی ہوں۔

اس سے قبل ہم دیکھ چکے ہیں کہ زکوٰۃ میں قیاس کو کس قدر دخل ہے اور ہر مسلک میں قیاس ضرور اختیار کیا گیا ہے۔ اس بنا پر ہم نے فی سبیل اللہ کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ جمہور کی اس کے مفہوم میں توسّع کی رائے کے عین مطابق ہے۔

اس مقام پر یہ ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال اور بعض ادارے ہو سکتا ہے کہ کسی ملک میں یا کسی زمانے میں یا کسی مخصوص صورتِ حالات میں جہاد فی سبیل اللہ متصور ہوں اور ہو سکتا ہے کہ یہی اعمال اور یہی ادارے کسی اور ملک میں یا مختلف حالات میں یا کسی زمانے میں جہاد متصور نہ کئے گئے ہوں۔

مثلاً عام حالات میں ایک دینی درسگاہ کا قیام ایک بہترین عملِ خیر متصور ہو گا لیکن اسے جہاد نہیں کہا جائے گا۔ لیکن اگر کسی مقام پر حالات کا نقشہ یہ ہو کہ تمام تعلیمی ادارے مشنریوں کے قبضے میں ہوں' یا اشتراکی تسلط میں ہوں' یا لادینی ادارے بن چکے ہوں تو ایک دینی اصلاحی درسگاہ کا قیام ایک عظیم جہاد بن جائے گا اور اس درسگاہ سے نژادِ نو کو اسلامی فکری تعلیم

© rasailojaraid

سے آراستہ کر کے انہیں دشمنانِ اسلام کی فکری اور نظریاتی یلغار کے بالمقابل کھڑا کیا جائے گا اور انہیں اس نہج پر تیار کیا جائے گا کہ وہ مختلف نظاموں، کتابوں اور لٹریچر میں پھیلے ہوئے زہر کا تریاق دریافت کریں اور اُمتِ مسلمہ کو اس زہر سے محفوظ رکھنے کی سعی کریں۔

یہی بات تباہ کن لائبریریوں کے بالمقابل اسلامی دار المطالعہ کے قیام کے بارے میں کہی جا سکتی ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے علاج کے لئے اسلامی شفا خانے کا قیام اس دائرے میں آ سکتا ہے، تاکہ مسلمان مشنری ڈاکٹروں کی گمراہیوں اور ان کی کارستانیوں سے محفوظ رہیں۔

بہر حال چونکہ فکری اور ثقافتی یلغار زیادہ مہلک اور زیادہ خطرناک ہوتی ہے اس لئے اس کی مدافعت بھی جہاد کے نقطۂ نظر سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوگی۔

ہمارے دور میں فی سبیل اللہ کا حصہ کہاں صرف کیا جائے؟

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مشہور قول اور مسالکِ اربعہ کی اصل رائے کے مطابق فی سبیل اللہ غزواتی، جنگی اور عسکری مفہوم میں وارد ہوا ہے، بالفاظ دیگر فی سبیل اللہ سے مراد ''اسلامی جنگ'' ہے، یعنی جس طرح کی جنگیں صحابہ کرام ؓ اور تابعین عظام نے لڑیں کہ قرآن کے زیرِ سایہ اللہ کا نام لے کر میدانِ وغا میں کود گئے اور ان کا واحد اور اوّلین مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو لوگوں کی بندگی سے نجات دلا کر ایک اللہ کی عبادت کی جانب بلایا جائے، تنگی عیش سے رہائی دلا کر آزاد زندگی کی دعوت دی جائے اور جاہلیتوں کے ظلم وستم سے چھڑا کر عدلِ اسلامی سے ہمکنار کیا جائے۔

بعض مسلمانوں کا خیال یہ ہے کہ ''اسلامی جنگوں'' کا وجود ایک عرصہ ہوا ختم ہو چکا ہے اور اب جو جنگیں ہوتی ہیں وہ اسلامی نہیں ہوتیں بلکہ وطنی اور قومی جنگیں ہوتی ہیں کہ مسلمانوں کے دشمن مسلمانوں کی سرزمین پر حملہ آور ہوتے ہیں اور مسلمان اپنے وطن، اپنی قوم اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے لڑتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں، اس لئے ان جنگوں کو دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ عام دنیاوی جنگیں ہیں، اس لئے نہ تو انہیں فی سبیل اللہ قرار دیا جانا چاہئے اور نہ ان پر زکوٰۃ صرف کرنا درست ہونا چاہئے۔

یہ استدلال محلِ نظر ہے اور اس پر تحقیقی نظر ڈال کر معلوم کرنا چاہئے کہ اس میں کس قدر بات درست ہے اور کون سی نادرست ہے۔

اسلامی جنگ اور اسلامی جہاد کی صرف یہی ایک صورت نہیں ہے جس صورت میں صحابہ

© rasailojaraid.com

کرام ﷺ نے ظلم وجور کو مٹانے' طاغوتی قوتوں کو ختم کرنے' اور انسانوں کو انسانوں کی بندگی اور غیر اللہ کی عبادت سے آزاد کرانے کے لئے جنگیں لڑی تھیں۔ لامحالہ ان جنگوں کی کوئی مثال نہیں ملتی' نہ وہ مقاصد موجود ہیں اور نہ ہی وہ نتائج' نہ وہ آداب موجود ہیں اور نہ ان کے آثار! یہ اسلامی جنگ اور اسلامی جہاد کی بلاشبہ ایک مثالی اور دلکش اور منفرد صورت تھی لیکن اسلامی تاریخ نے ان کے علاوہ بھی جنگیں دیکھی ہیں جن میں اہل اسلام نے ذات کی' حرمتوں کی' وطن کی اور مقدسات کی حفاظت کی۔ اور یہ جنگیں جو مسلمانوں نے دشمنوں سے لڑی ہیں یہ بھی دورِ اوّل کے جہاد ہی کی طرح مقدس ہیں' مثلاً وہ معرکے جن میں عماد الدین زنگی' نورالدین محمود' صلاح الدین ایوبی اور ظاہر بیبرس کے نام روشن ہوئے' کہ حطین' بیت المقدس اور عین جالوت کے یہ معرکے درحقیقت مسلمانوں کی سرزمین کو تاتاریوں اور صلیبیوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھنے کے لئے لڑے گئے تھے۔

اگر صحابۂ کرام ﷺ اور تابعین عظام کا جہاد دعوتِ اسلام کے لئے تھا تو نورالدین اور صلاح الدین کا جہاد سرزمینِ اسلام کی حفاظت کے لئے تھا اور جہاد جس طرح عقیدۂ اسلامی کے تحفظ کے لئے فرض ہے اسی طرح ارضِ اسلام کے تحفظ کے لئے بھی فرض ہے۔

سرزمینِ اسلام کی حفاظت اور مدافعت اس لئے فرض اور عبادت ہے کہ دارالاسلام ہی اسلام کی جائے قرار ہے اور مسلمان دارالاسلام کی دفاعی جنگ اس لئے لڑتا ہے کہ اس سرزمین میں اسلام محفوظ رہے' اس لئے نہیں لڑتا کہ یہ سرزمین اس کے آباء واجداد کی سرزمین ہے۔ اس لئے کہ جہاں اسلام کا علم بلند نہ کیا جا سکے اور جہاں اسلام کی بات نہ سنی جائے وہاں کی سرزمین سے ہجرت مسلمان پر فرض ہو جاتی ہے' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

سرزمینِ اسلام کو کفّار کی حکمرانی سے آزاد کرانا

بلاشبہ ہمارے اس دور میں جس عمل پر جہاد کے معنی منطبق ہو سکتے ہیں وہ مسلط کافروں کی فرمانروائی سے سرزمینِ اسلام کو آزاد کرانا ہے اور وہاں غیر اسلامی نظامِ حکومت ختم کر کے اسلامی نظامِ حکومت قائم کرنا ہے' خواہ کافر یہودی ہوں یا نصرانی' یا بت پرست یا ملاحدہ اور بے دین کہ کفر تمام کا تمام ایک ہی ملت ہے۔

سرمایہ دار ممالک ہوں یا اشتراکی' کسی مذہب کے پیروکار ہوں یا لادین' کوئی بھی اسلامی ملک پر قبضہ کر لے اس کے خلاف جنگ فرض ہے اور تمام مسلمانوں پر ان کی امداد و

© rasailojaraid

تعاون لازم ہے۔

مسلمانوں پر کبھی بھی اس قدر سخت ابتلاء کا دور نہیں آیا جتنا کہ آج کل ہے کہ متعدد اسلامی ممالک سامراجیوں اور کافروں کے قبضے میں ہیں اور سب سے زیادہ المناک صورتِ حال یہ ہے کہ فلسطین پر دنیا بھر کے بکھرے ہوئے یہودی قابض ہو گئے ہیں، کشمیر بھی مسلمانوں کا ایک خطۂ ارض ہے جس پر ہندو قابض ہیں اور ان کے علاوہ اری ٹیریا، جبشہ، چاڈ، مغربی صومالیہ اور قبرص پر قابلِ نفرت، فریبی اور مکار صلیبی قابض ہیں، اور اسی طرح سمرقند، بخارا، تاشقند، ازبکستان اور البانیا پر سرکش اور ملحد اشتراکیت اپنا تسلط جمائے ہوئے ہے۔

ان تمام ممالک کا کفر کے پنجوں سے چھڑانا مسلمانوں پر فرض ہے اور اس کے لئے مسلمانوں کا اس مقصد کے لئے باہمی اتحاد لازم ہے اور یقیناً مسلمانوں کی جانب سے ان ممالک کی آزادی کی جنگ مقدس فریضۂ اسلامی اور جہاد متصور ہوگی۔

بلکہ جہاں کہیں بھی مسلمان اپنے وطن کو کافروں سے آزاد کرانے کے لئے لڑ رہے ہیں اُن کی یہ جنگ بلا اختلاف جہاد فی سبیل اللہ ہے اور ان مجاہدین کی امداد اور تعاون تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور مسلمانوں کا اپنی آمدنی کا ایک حصہ بطور زکوٰۃ اس جہاد میں دینا درست ہے۔ یہ مقدارِ زکوٰۃ کی مقدار کے لحاظ سے، جہاد کی ضرورتوں کے لحاظ سے اور دیگر مصارفِ زکوٰۃ کے لحاظ سے کم و بیش ہو سکتی ہے جو کہ اہلِ حل و عقد اور مسلمانوں کی شوریٰ کی رائے پر موقوف ہے۔

ہر جنگ فی سبیل اللہ جہاد نہیں ہے

اس مقام پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ کسی بھی موقع پر مسلمانوں کا، جو کہ محض نام کے مسلمان ہوں، ہتھیار اٹھا لینا، جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے، خواہ ان کا کوئی بھی مقصود ہو، ان کی کوئی بھی غایت ہو اور ان کا کوئی بھی شعار ہو، اور خواہ وہ اللہ کا نام لے کر شریکِ جنگ ہوئے ہوں یا ایسے ہی مخلوقات میں سے کسی کے نام پر شریکِ جنگ ہو گئے ہوں اور ان کے ذہنوں میں اسلامی جنگ اور قومی جنگ اور وطنی جنگ میں کوئی فرق نہ ہو، غرض ہر صورت میں ان کی جنگ جہاد ہی ہو گی، ایسا نہیں ہے، بلکہ جہاد وہی ہے جو فی سبیل اللہ ہو، جس کے محرکات اسلامی ہوں اور جس کے مقاصد اسلامی ہوں، یعنی مقصود یہ ہو کہ اللہ کے دین کو نصرت حاصل ہو، اس کا کلمہ بلند ہو اور دارالاسلام کی مدافعت ہو۔ ان محرکات اور اہداف کے ساتھ جو جنگ ہو گی وہ اسلامی جنگ (جہاد) ہو گی، لیکن اگر کسی جنگ میں یہ محرکات اور یہ اہداف کارفرما نہیں ہیں تو

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

وہ ایک معمول کے مطابق جنگ ہے اور ویسی ہی جنگ ہے جیسی غیر مسلم اور ملحد لڑتے ہیں۔ اور اس جنگ کا اللہ کے دین سے' اس کی کتاب سے اور اس کے رسولؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس قسم کی جنگ میں کوئی مال صرف کرنا اور اسے فی سبیل اللہ سمجھنا جائز نہیں ہے۔

فرض کر لیجئے کہ البانیہ یا ازبکستان کے اشتراکی اپنے ملک کو — جو ایک اسلامی ملک ہے — اشتراکی روس سے آزاد کرانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے لئے جنگ شروع کر دیں تو ان کی یہ جنگ جہاد فی سبیل اللہ شمار نہیں ہوگی اور نہ انہیں مال زکوٰۃ دینا جائز ہوگا' کیونکہ اسلام کی نظر میں ازبکستانی اشتراکی اور روسی اشتراکی برابر ہیں اور یہ جنگ درحقیقت ملک کو ایک طاغوت سے رہائی دلا کر دوسرے طاغوت کے حوالے کر دینے کے لئے ہوگی' کیونکہ اسلام میں رنگ و نسل کے اختلاف اور وطن کے فرق کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور ہر نسل کے اور ہر وطن کے طاغوت یکساں ہیں۔

یہ جنگ جہاد اس صورت میں ہوگی جبکہ مسلمانوں کا مقصود کفر کی حکمرانی ختم کر کے اسلام کی حکمرانی قائم کرنا ہو اور جاہلیت کو مٹا کر اسلام کی سربلندی مطمح نظر ہو۔

غرض اسلام کی نظر میں مطلقاً جنگ مقدس نہیں ہے بلکہ وہ جنگ مقدس اور جہاد ہے جو فی سبیل اللہ ہو۔ کیونکہ دنیا کے تمام انسان جان' عزت اور وطن کی حفاظت کے لئے لڑتے ہیں اور اس کے لئے اپنی جان و مال کی قربانیاں بھی دیتے ہیں' یہاں تک کہ جو بے دین ہیں وہ بھی بڑی بڑی قربانیاں دیتے ہیں اور اپنے ملک کا دفاع کرتے ہیں اور اپنی قوم کی حفاظت کرتے ہیں — مگر اللہ کے نزدیک اس عمل کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

اور یہی مسلمان مجاہدین اور غیر مسلم محاربین میں فرق و امتیاز بھی ہے کہ مسلمان خالصتاً خدا کے لئے اور فی سبیل اللہ جہاد کرتے ہیں اور اسی نیت اور مقصد کی بنا پر ان کی جنگ اور ان کا جہاد مقدس قرار دیا گیا ہے اور ایک عظیم عبادتِ الٰہی متصور کیا گیا ہے۔

یعنی ایک مسلمان جب جہاد کرتا ہے تو اس لئے نہیں کرتا کہ ایک رنگ و نسل کے لوگوں کی جگہ دوسرے رنگ و نسل کے لوگ یا ایک طبقہ کی جگہ دوسرے طبقہ کے لوگ مسلط ہو جائیں اور حکمران بن جائیں' بلکہ مسلمان اس لئے جہاد کرتا ہے کہ غیر اللہ کی حکمرانی ختم کر کے اللہ کی حکمرانی قائم کرے' اس کی شریعت برپا کرے اور اس کا کلمہ بلند کرے۔

اس مقصد کے علاوہ جو بھی جنگ ہے وہ فی سبیل الوطن ہے فی سبیل اللہ نہیں ہے اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

اس قسم کی کسی جنگ کو دین اسلام کا جاننے والا کوئی بھی عالم فی سبیل اللہ قرار نہیں دے سکتا اور نہ ایسی جنگ میں زکوٰۃ کے صرف کرنے کے جواز کا فتویٰ دے سکتا ہے' کیونکہ ان جنگوں میں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہتھیار اٹھانے والے (نام نہاد مسلمان) عملاً کفار سے بھی زیادہ اسلام کے دشمن ثابت ہوں۔

حافظ ابو محمد عبدالغنی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی نعم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور اُس نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! میرے شوہر نے اپنا مال فی سبیل اللہ دے دینے کی وصیت کی ہے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا: تو اس کی وصیت کے مطابق فی سبیل اللہ ہو گیا۔ میں نے کہا کہ آپؓ نے اسے تشفی بخش جواب نہیں دیا' تو اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا: تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں یہ کہہ دوں کہ یہ ان لشکروں کو دے دو جو دوسروں پر زیادتیاں کرتے اور راہزنی کرتے ہیں۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ یہ مال نیک حجاج کو دے دیا جائے کہ یہ وفد الٰہی ہے جو اس کے گھر کی زیارت کو جاتا ہے۔ (۴۵)

یہ احتیاط حضرت ابن عمرؓ نے اپنے دور میں فرمائی' جبکہ اُس وقت لشکروں کو اسلام کے سوا اور کوئی علم نہ تھا' حتیٰ کہ خوارج بھی اسلام ہی کی خاطر برسرِ پیکار تھے۔

اگر حضرت ابن عمرؓ یہ لشکر دیکھتے جن میں سرے سے اللہ کا کوئی نام ہی نہیں لیا جاتا' جن کی جنگیں اسلام کے نام پر نہیں لڑی جاتیں اور جس میں نہ نماز قائم ہوتی ہے اور نہ عبادتِ الٰہی کی جاتی ہے' جس کے قائدین شراب و کباب میں منہمک ہوتے ہیں' جن کی راہنمائی اور تربیت پوری کی پوری لادینی (Secular) بنیادوں پر ہوتی ہے اور اس میں اللہ کا اور اللہ کی کتاب کا اور اس کے رسولؐ کا ذکر تک نہیں ہوتا' جہاں جاہلی شعارات بلند کئے جاتے اور دین کا اور داعیان کا مذاق اڑایا جاتا ہے...... ہاں جب کبھی نوجوانوں کو جوش و جذبہ دلانا مقصود ہوا تو دین کا نام لے لیا ورنہ خیر ہے ــــ اگر حضرت ابن عمرؓ ان لشکروں کو دیکھتے تو ان کی کیا رائے ہوتی!

غرض اسلام کے علاوہ جو بھی علم بلند کیا جائے اور علاوہ اسلام کے جو بھی مطمحِ نظر ہو وہ غیر اسلامی جنگ ہے اور اسے فی سبیل اللہ کہنا دین کا مذاق اڑانا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو شخص بہادری کے اظہار کے لئے جنگ کرے' جو شخص قومی حمیت کی خاطر جنگ کرے اور

© rasailojaraid.c

جو شخص دکھاوے کے لئے جنگ کرے ان میں سے کون سی جنگ فی سبیل اللہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "جو اس لئے جنگ کرے کہ کلمۃ اللہ غالب ہو صرف اس کی جنگ فی سبیل اللہ ہے"۔ (۴۶)

جہاد اسلامی اور معرکہ ہائے جاہلیت میں یہی بنیادی فرق ہے کہ جو اسلام کی سربلندی کے لئے اور دعوتِ اسلام کے لئے جنگ کرے اس کی جنگ فی سبیل اللہ ہے اور اس کے ماسوا ہر جنگ فی سبیل الطاغوت اور جاہلی جنگ ہے۔ (۴۷)

یہ مطلب ہے کہ لوگوں کے دلوں کو ٹٹول کر دیکھا جائے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ لڑنے والے افراد اور جماعتوں کے شعار کیا ہیں، علَم کیا ہیں ان کے عام مقاصد کیا ہیں؟ رہ گیا ان کی نیتوں کا معاملہ تو یہ تمام اللہ سبحانہٗ کے علم میں ہیں اور انسان ان کے جاننے کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا ہے۔

اور یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا کہ اس دور کی کوئی بھی جنگ اسلامی نہیں ہے اس لئے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جنگوں کی طرح فی سبیل اللہ نہیں ہے، درست نہیں ہے، اور جیسا کہ یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ مسلمانوں کے علاقوں میں ہونے والی ہر جنگ خواہ اس کے شعار، اس کے افکار اور اس کے مقاصد کوئی بھی ہوں فی سبیل اللہ اور اسلامی جنگ ہے۔

اس دور میں اس مسئلے میں فتویٰ دینے میں علمائے کرام کو احتیاط کرنی چاہئے اور تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے تاکہ مسلمانوں کے مال ان لوگوں کی اعانت میں ضائع نہ ہوں جو درحقیقت اسلام کے دشمن ہیں اور جو اسلام کو دَورِ وحشت کا دستور العمل بتاتے اور داعیانِ اسلام کو رجعت پسند اور متاخر (backward) کہتے ہیں، کیونکہ یہ نام نہاد مسلمان اسلام کے لئے یہود و نصاریٰ سے زیادہ خطرناک ہیں۔

اسلام کی حکمرانی کے قیام کی جدّو جُہد بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے

ایک تنظیم دین دار لوگوں کی بنائی گئی اور اس نے یہ پروگرام بنایا کہ زکوٰۃ جمع کر کے اس جمعیت سے متعلقین پر صرف کیا جائے تاکہ وہ فروغِ اسلام کی جدوجہد کریں، اس پر سید رشید رضا مصری نے فرمایا کہ ـــــ فی سبیل اللہ کے زکوٰۃ کے حصہ کا ایک مصرف اسلامی معاشی نظامِ حکمرانی کے قیام کی کوشش بھی ہے، بلکہ قیام کی کوشش اس جدوجہد سے زیادہ اہم ہے جو اسلام کے نظامِ حکمرانی کے قائم ہونے کی صورت میں اسے دشمنانِ اسلام سے بچانے کے لئے کی جاتی ہے اور اس فی سبیل اللہ کا ایک مصرف اسے اسلام کی دعوت پر صرف کرنا اور قلم

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

سے اور زبان سے اس کی مدافعت کرنا بھی ہے' بالخصوص ان حالات میں جبکہ اسلام کا مسلح دفاع ممکن نہ ہو۔ (۴۸)

سید رشید رضاؒ کی یہ رائے انتہائی بصیرت اور اسلام فہمی پر مبنی ہے اور اسی رائے کی پابندی کرنی چاہئے اور اس امر کی احتیاط کرنی چاہئے کہ نیک مسلمانوں کی زکوٰۃ کا سرمایہ ملحدین اور لادین طبقے پر نہ خرچ ہو جائے۔

سب سے اہم اور سب سے اوّلین فی سبیل اللہ کے حصہ زکوٰۃ کا مصرف ایسی اجتماعی اور منظم جدوجہد ہے جو صحیح اسلامی زندگی کا آغاز چاہتی ہو' ایسی زندگی جس میں مکمل طریقہ پر اسلامی احکام برپا ہوں' جس میں اسلام کا نظامِ خلافت برپا ہو اور جس جدوجہد کے نتیجے میں اُمت اسلامی اور تہذیب اسلامی کا احیاء ہو۔

یہ دائرہ کار فی الحقیقت بڑا موثر' بڑا اہم اور بڑا لازمی ہے اور غیرت مند مسلمانوں کو اپنی زکوٰۃ اسی جدوجہد پر صرف کرنی چاہئے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان ابھی تک اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکے کہ جب زکوٰۃ کے سارے مصارف منعدم ہو چکے ہوں تو اسلام کے احیاء کی منظم جدوجہد سے تعاون کرنا اور اس پر اپنا مال صرف کرنا اور اپنی جان اس مقصد کے لئے کھپانا کس قدر ضروری ہو گیا ہے۔

ہمارے عہد میں اسلامی جہاد کی متنوع صورتیں

ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسلامی جہاد کی یہی ایک صورت نہیں ہے کہ مسلح جنگ کی جائے اور عسکری مدافعت کی جائے بلکہ جہاد اسلامی کی متنوع اور گوناگوں صورتیں ہیں۔ ہم اس دور کی ضرورتوں کے مطابق چند صورتیں بیان کرتے ہیں۔ لیکن ان کے بیان سے پہلے ایک حقیقت کی وضاحت لابدی ہے اور وہ یہ کہ اسلام کے آغاز ہی سے مسلح لشکر کی تیاری اور ان کے جملہ اخراجات کی ذمہ داری اسلامی ریاست کے عمومی خزانہ ـــــ بیت المال ـــــ پر رہی ہے اور یہ تیاری اموالِ زکوٰۃ پر نہیں کی گئی بلکہ لشکروں کی روانگی اور جنگی تیاریوں پر مالِ فئے اور خراج سے خرچ کیا جاتا رہا ہے اور زکوٰۃ محض تکمیلی امور پر صرف ہوئی ہے' مثلاً رضا کار مجاہدین پر زکوٰۃ سے صرف کیا گیا۔

موجودہ دور میں بھی یہی طریقہ ہے کہ مسلح افواج اور دفاعی انتظامات کے اخراجات عام بجٹ سے ادا ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ اس قدر بڑے اخراجات ہیں جو زکوٰۃ سے پورے نہیں ہو سکتے اور اگر زکوٰۃ اس مصرف پر خرچ کی جائے تو ساری زکوٰۃ صرف اسی ایک

© rasailojaraid.

مصرف میں لگ جائے گی اور کافی نہ ہوگی۔

اس لئے ہماری رائے میں فی سبیل اللہ کے حصہ زکوٰۃ کو نظریاتی' تربیتی اور اشاعتی جہاد پر صرف کرنا زیادہ بہتر ہے بشرطیکہ یہ جدوجہد خالصتاً اسلام کے لئے ہو اور اس میں قومیت اور وطنیت کا کوئی شائبہ نہ ہو اور نہ ایسے اسلام کی خدمت ہو جس کے پردے میں کسی خاص علاقے' کسی طبقے یا شخص کو ابھارنا اور فروغ دینا مقصود ہو' کیونکہ آج کل بہت سی تنظیمات اور اداروں کا اسلامی نام رکھ دیا جاتا ہے مگر وہ اندر سے لادینی ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کا سرچشمہ اسلام ہی ہونا چاہئے' اسلام ہی ان کا مقصود ہونا چاہئے اور اسلام ہی کی جانب ان کا رخ ہونا چاہئے تاکہ ان کا انتساب الی اللہ درست کہا جاسکے۔

ہم متعدد مثالیں بیان کر سکتے ہیں جن پر عمل اسلام کا تقاضا ہے اور جنہیں فی سبیل اللہ جہاد شمار کیا جاسکتا ہے۔

صحیح اور حقیقی اسلام کی جانب دعوت کے مراکز قائم کرنا اور ان کے ذریعے دنیا کے گوشے گوشے میں دعوت اسلام پہنچانا درحقیقت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

ایسے اسلامی مراکز قائم کرنا جو اسلامی ملک کے اندر رہتے ہوئے مسلم نوجوانوں کی فکری راہنمائی کریں' انہیں انحراف' الحاد اور اخلاقی بے راہ روی سے محفوظ رکھیں اور انہیں اسلام کی تائید و نصرت اور دشمنوں سے اسلام کی مدافعت کے لئے تیار کرنا بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

ایسا اسلامی مجلہ جاری کرنا جو تباہ کن اور گمراہ کن لٹریچر کا توڑ کرے اور اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرے اور اسلام کے بارے میں دشمنانِ اسلام کے اٹھائے ہوئے شبہات کا جواب دے اور خالص اسلامی تعلیمات کا پرچار کرے تو یقیناً جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

ایسی اسلامی کتاب کی اشاعت جو محاسن اسلام کو اجاگر کرے' جو اس کی تعلیمات کو منور کرے' جو اس کے حقائق انتہائی واضح اور منقح اسلوب میں پیش کرے اور باطل افکار کو رد کر کے رکھ دے بلاشبہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

طاقتور' امانت دار اور صلاحیتوں کے حامل مخلص افراد کا اپنی صلاحیتیں اور قوتیں مذکورہ بالا اعمال میں کھپا دینا' اسلام کی روشنی کو آفاق میں پھیلا دینا' خوابیدہ مسلمانوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کرنا اور ہر الحاد' دہریت اور فکری بے راہ روی کا مقابلہ کرنا سب سے بڑھ کر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

© rasailojaraid.c

اسلام کے ان سچے داعیوں کی حمایت ونصرت کرنا جو دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا شکار ہیں اور ہر طرح کی تعذیبات سہہ رہے ہیں اور جلاوطنی' قید اور سزائے موت کے کرب و بلا سے گزر رہے ہیں' عظیم ترین جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

ان تمام امور پر زکوٰۃ صرف کرنی چاہئے اور خاص طور پر اس عصر غربت میں جبکہ اسلام کا اللہ کے بعد ان فرزندانِ اسلام کے سوا کوئی نہیں ہے جو اس کے احیاء کے لئے اپنی جانیں کھپا رہے ہیں۔

حواشی

۱) النهاية لابن الأثير' ج۲' ص ۱۵٦ ـ ط ـ المطبعة الخيريه۔

۲) الاختيار لتعليل المختار' ج۱' ص ۱۱۹ ـ البحر الرائق' ج۲' ص ۲٦۰ ـ الدر المختار و حاشية رد المحتار' ج۲' ص ۸۳'۸٤۔

۳) تفسير المنار' ج۱' ص ۵۸۵۔

٤) حنفی فقہاء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ غازی یا حاجی جو راستے میں رہ جائے اگر اس کے وطن میں اس کے پاس مال نہ ہو تو وہ فقیر ہے ورنہ وہ ابن السبیل ہے۔ مگر یہ جواب غیر تشفی بخش ہے۔ اس لئے کہ وہ درحقیقت فقیر ہی ہے البتہ اس میں مطلق فقیر سے ایک وصف زائد ہو گیا کہ وہ عبادت الٰہی میں مصروف ہے۔ (البحر: ج۲' ص۲٦۰۔ ردالمحتار: ج۲' ص۸۴۔) میں کہتا ہوں کہ یہ غازی یا حاجی فقراء کی صنف سے خارج نہیں ہیں۔ اور آلوسی نے اپنی تفسیر (ج۳' ص ۳۲۸) میں یہ قول نقل کیا ہے کہ حقیقت وہی ہے جو جصاص نے الاحکام میں ذکر کی ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں غنی ہو اور اسے زکوٰۃ جائز نہ ہو' جب وہ سفر جہاد کا عزم کرلے جس میں اسے ہتھیار اور سامان کی ضرورت ہو تو اسے زکوٰۃ سے دیا جائے گا۔

۵) رد المحتار' ج۲' ص ۸۵۔

٦) احكام القرآن' ج۲' ص ۹۵۷۔

۷) خود الدردیر نے اپنی شرح میں شہر پناہ کی دیوار اور کشتیاں زکوٰۃ سے بنائے جانے کو اس صورت میں ناجائز کہا ہے جبکہ وہ برائے جہاد نہ ہوں۔ الشرح الصغير و حاشية الصاوى

۸) الشرح الكبير مع حاشية الاسوتى' ج۱' ص ٤۹۷۔

۹) احكام القرآن' ج۲' ص ۹۵۷۔

۱۰) تحفة المحتاج بشرح المنهاج' ج۳' ص ۹٦۔ نهاية المحتاج' ج ٦' ص ۱۵۵'۱۵٦۔

© rasailojaraid
© rasailojaraid

١١) الام' ج٢' ص ٦٠ـ ط ـ بولاق۔

١٢) الروضة للنووی' ج٢' ص ٣٢٦ ' ٣٢٧۔

١٣) بحواله مذکور' ص ٣٢١۔

١٤) تحفة المحتاج' ج٣' ص ٩٦۔

١٥) مطالب اولی النهی : ج٢' ص ١٤٧ ' ١٤٨۔

١٦) اس روایت کو احمد اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور یہ ضعیف ہے' اس لئے کہ اس کی سند میں ایک متکلم فیہ راوی ہے' نیز اس کی سند میں اضطراب بھی ہے۔ ابوداؤد نے اس کو ایک اور روایت سے نقل کیا جس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جو مدلس ہے اور معنعن ہے۔ نیل الاوطار' ج۴' ص۱۸۱۔ ط۔ الحلبی۔

١٧) ابن قدامه : المغنی ' ج٦' ص ٤٧٠' ٤٧١۔

١٨) تحفة المحتاج' ج٣' ص ٩٦۔

١٩) تفسير الرازی ج١٦ ص ١١٢۔

٢٠) المغنی' ج٢' ص ١٦٧۔ (عبارت کے الفاظ یہ ہیں: ما اعطیت فی الجسور والطرف فهی صدقة ماضیة۔)

٢١) الاموال' ص ٥٧٣'٥٧٥۔

٢٢) المصنف' ج٣' ط حیدر آباد۔ ص ١٦٦۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: ما اخذ منك علی الجسور والقناطر فتلك زکوٰة قاضیة۔

٢٣) المختصر النافع' ص ٥٩' دار الکتاب العربی۔ القاهرہ۔

٢٤) جواهر الکلام' ج٢' ص ٧٩۔ المحلی : شرائع الاسلام' ج١' ص ٨٧۔ فقه الامام جعفر' ج٢' ص ٩٢۔

٢٥) الروض النضیر' ج٢' ص ٤٢٨۔ البحر' ج٢' ص ١٨٢۔

٢٦) شرح الازهار' وحواشیه' ص ١١٥'١١٦۔

٢٧) الروضة الندیه' ج١' ص ٢٠٦'٢٠٧۔

٢٨) محاسن التاویل' ج٧' ص ٣١٨١۔

٢٩) تفسیر المنار' ج١٠' ص ٥٨٥۔

٣٠) تفسیر المنار' ص ٥٨٧۔

٣١) آل عمران:١٠٤۔

© rasailojaraid.c

٣٢) الاسلام عقیدة و شریعة' ص ٩٧'٩٨۔

٣٣) الفتاوی شلتوت : ٢١٩۔

٣٤) فتاویٰ شرعیه للشیخ مخلوف' ج٢۔

٣٥) فتح القدیر' ج٢' ص ٢٠۔

٣٦) المغنی' ج٢' ص ١٦٧۔

٣٧) المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الکریم۔

٣٨) فتح الباری' ج٣' ص ١٧٢۔

٣٩) النظام الاقتصادی فی الاسلام' تقی الدین النبهانی' ص٢٠٨۔ط۔ثالثه۔

٤٠) المنذری نے الترغیب میں کہا ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال' رجال صحیح ہے' ج٣' ص ٤' ط۔ المنیریه۔

٤١) ان احادیث کو المنذری نے الترغیب میں ذکر کیا ہے۔ ج٢' الکتاب الجهاد۔

٤٢) احمد' نسائی' بیہقی اور ضیاء المقدسی نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے۔ اور المنذری نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے' التیسیر المنادی' ج١' ص ١٨٢۔

٤٣) احمد' ابوداؤد' نسائی' ابن حبان' حاکم از انس۔ حاکم نے صحیح کہا ہے۔ التیسیر' ج١' ص ٤٨٥۔

٤٤) بدایة المجتهد' ج١' ص ٢٧٦۔ الحلبی۔

٤٥) تفسیر القرطبی' ج٨' ص ١٨٥۔
القرطبی نے اس واقعہ کو اس سیاق میں ذکر کیا ہے کہ حج بھی فی سبیل اللہ ہے۔ مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مطلق فی سبیل اللہ ہے تو جہاد مراد ہوتا ہے۔ لیکن حضرت ابن عمرؓ نے اہلِ جہاد کے انحراف اور فساد کی بنا پر اس کو حج پر محمول فرما لیا۔

٤٦) المنتقی' بحواله نیل الاوطار' ج٧' ص ٢٢٦' ٢٢٧۔ طبع حلبی۔

٤٧) المنتقی' بحواله نیل الاوطار' ج٧' ص ٢٢٦' ٢٢٧۔ طبع حلبی۔

٤٨) تفسیر المنار' ج١٠' ص ٥٩٨۔ ط ثانیه۔

میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجئے۔

© rasailojaraid.com